
نسیم زندگی
نسیم
لندن

آوازِ دل

سانس رک جائے بھی تو، رکتی نہیں آوازِ دل
طاقتوں کے زور سے، دبتی نہیں، آوازِ دل
ڈوب جاتی ہیں، شعاعیں چاند کے نور کی
پر جواں رہتی ہے سینے میں دبی، آوازِ دل
وقت اور حالات سے ٹکرا رہی ہے سدا
ظلمتوں کے خوف سے، گھٹتی نہیں، آوازِ دل
عمر کی دہلیز کو یہ پار بھی کر جائے... لو
حادثاتی لہر سے، تھکتی نہیں، آوازِ دل
مثلِ فولادی ہے، چاہے ہو، ہوائے تند و تیز
شمع کی مانند کبھی، بجھتی نہیں، آوازِ دل
جس کی ہمتا ہی، سخن سازی کے فن میں منفرد
ہے انہیں کی، روح کی بیداریگی، آوازِ دل
موجِ مضطر کی طرح، حق کی صداقت کیلئے
زندہ رہتی ہے، کبھی، مرتی نہیں، آوازِ دل
جب بھی کھولا ہے دریچہ، خواہشوں کے ڈھیر کا
درد بن کر روح میں گھلتی گئی آوازِ دل
سانس باقی ہے، نشہ جب تلک ہے آس بھی
خوفِ مستقبل سے بھی، ڈرتی نہیں، آوازِ دل



وہ میرے لیے پھول ہے، خوشبو ہے، فضا ہے
ساون کی ہریالی ہے، وہ دھنک ہے، وہ گھٹا ہے
اُس کے مزاج کا، کوئی ثانی نہیں ..... ملتا ہے
سایہ ہے، شجر ہے، میری منزل ہے، وفا ہے
میری خوشی سے لب پہ اُس کے یوں خوشی پھوٹے
جھرنوں میں، آبشاروں میں، جیسے وہ بہتا ہے
اُس کے لیے رکتی ہوں میں، اَلجھوں کو سلجھانے
سانسوں میں، دل جگر میں، نگاہوں میں سجا ہے
رکھتا ہے دل میں درد کا، رشتہ ہر ایک سے
شبنم ہے، صداقت ہے، میری بادِ صبا ہے
ایسا بھی خوش نصیب ہو، کوئی میری طرح
کیونکہ وہ منفرد ہے، زمانے سے جُدا ہے
دنیا کی نظر سے ہے، محفوظ، ہمیشہ
رہتی ہے دعا، لب پہ سدا، دل کی صدا ہے
میں کیوں نہ کہوں آج، کہ وہ کون ہے میرا
لختِ جگر ہے! ..... ہاں، وہ بیٹے کی ادا ہے


بسم الله الرحمن الرحيم

آوازِ دل



نام کتاب آوازِ دل
مصنفہ نسیمہ نسرین علی

ڈیزائننگ شہزاد محمود
سرورق / کمپوزنگ نسیمہ نسرین علی
سن اشاعت 2010ء

جملہ حقوق:

اس کتاب کے جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔ مصنف کی تحریری اجازت کے بغیر اس کتاب کے کسی بھی حصے کی اشاعت نہیں کی جاسکتی یا کسی بھی صورت میں اسے از سرِ نو پیش نہیں کیا جاسکتا۔ نہ ہی کسی دوسری زبان میں اس کتاب کا یا اس کے کسی بھی حصے کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے آڈیو کیسٹ کی صورت میں کسی دوسرے انداز سے منتقل جا سکتا ہے۔

This digital PDF edition is published with the full permission and rights of the author.
Unauthorized copying, sharing, reproduction, or resale of this PDF file is strictly prohibited.

انتساب

اپنے

بچوں کے نام

نسیمہ نسرین علی

لندن

فہرست

1	پیش لفظ	14
2	شکر گزاری	20
3	ایک شعر: تجھ سے بچھڑے تو زمانے کا رنگ بدلا ہے	21
4	مُحبّت کا اِظہار سے رِشتہ اور فَنِّ شاعِری۔ حمیدہ معین رِضوی	22
5	نسیمہ علی کی شَخصیت اور شاعری۔ ثروت اِقبال	30
6	حمد	33
7	نعت	36
8	دعا	37
	غزلیں	
9	درد اُٹھا ہے تو کاغذ پہ بکھر جانے دو	41
10	بیوفائی کو محبّت کا گُماں، سمجھا تھا وہ	43
11	ایک شعر: ہمیں پر آزمائش ہے، ہمیں مُجرِم بھی ٹھہرے ہیں	45
12	زخم کو اک نئی شکل دینا	46
13	دو شعر: اِٹھلا کے پون جھومتی جس سمت بھی گئی	48
14	سہ پہر کی یہ اُداسی، دِل میں اُتری جائے ہے	49
15	کِرچیوں کو جوڑ کر بھی بے خبر	51
16	ایک شعر: اَپنا وجود تیری نظر کر دیا میں نے	53

17	تُجھ میں کھو جاؤں، میں ڈوبوں نہ اُبھرنا چاہوں	54
18	غزل لکھتے ہوئے غم پاس آنا بھی ضروری ہے	56
19	دو شعر: دوستوں کی سرد مُہری سے	58
20	ذرا ٹھہرو، تُمھاری گُفتگُو سے دِل سنبھل جائے	59
21	عِنایت یہ کہ کھا کر ٹیس خود، دِل کو منانا ہے	61
22	قضاء سر پر کھڑی ہو تو ہنسانا کیسے مُمکِن ہے	63
23	بے اثر ہوتی ہیں سوچیں دِل بکھر جانے کے بعد	65
24	ایک شعر: گُلوں میں خوشبوؤں کی اب کمی محسوس ہوتی ہے	67
25	ہم چُپ تھے اور سوالِ جنوں کا جواب تھے	68
26	ایک شعر: اپنوں سے بے رُخی کی توقّع کی حد ہوئی	70
27	یادوں کے وُہ اَنبار بُھلائے نہیں جاتے	71
28	خواہشوں کے گھر سب کے، ایک جیسے ہوتے ہیں	72
29	خیالوں کی رَوِش پَر سے گُزرنا، اَب بھی باقی ہے	74
30	وہ ہَم کو ہَمیں سے چُرا کر گئے	76
31	قطعہ: میری ہتھیلیوں میں گلابوں کے رنگ ہیں	78
32	تیری یاد سے ہو غافِل، وہ سحر کہاں سے لاؤں	79
33	کب یہ اپنی خبر میں رہتا ہے	81
34	اک شکایت ہے زندگی سے مجھے	83
35	ایک شعر: مُجھ کو معلوم نہ تھا، تم ہی بچھڑ جاؤ گے	85

36	آنکھوں کو میں نے موند کر سپنا بُھلا دیا	86
37	اُسی کی چاہتوں کی یہ ضیاء ہے، لوگ کہتے ہیں	88
38	دو شعر: کہا ہے سچ، کسی نے شاعری، دل سے نکلتی ہے	90
39	کِسی کی آرزوئے زِندگی گر جام ہو جائے	91
40	ایک شعر: چُھپا کر خواہشوں کو، اپنے دل میں کر لیا محفوظ	93
41	دل پہ تازہ سی چوٹ کھائی ہے	94
42	رَفتہ رَفتہ بَدَلتی جا رہی ہوں	96
43	بہلتا جا رہا ہے دل مگر آہِستہ آہِستہ	98
44	چلو ہم ہر پُرانی رنجشوں سے باز آتے ہیں	100
45	ہم کو جِس نے سوچا ہوگا	102
46	یوں زندگی کی راہ میں پایا کبھی، کبھی	104
47	اُٹھو کہ وَقتِ سَفر آ گیا ہمارا بھی	106
48	کِس قَدر حاوی ہیں مُجھ پَر، یاد کی پَرچھائیاں	108
49	ایک شعر: اَپنے پیکَر کو میں خود ہی بُھلا بَیٹھی ہوں	110
50	اپنے محور میں گھِر گئی ہوں میں	111
51	دو شعر: ہَزاروں غَم ہیں سینے میں، مگر میں مُسکُراتی ہوں	113
52	دِل کی ہلچل صوُرَتِ تحریر لا پائینگے کیا!	114
53	دو شعر: تَلاشِ خوب میں حد سے گُزر جانے سے کیا حاصِل	116
54	کُچھ میری خامیاں بتا، انجام سے پہلے	117

55	دوشعر: شاعری سُن کر ہماری یوں لگا	119
56	دوریوں کا زہر تھا، پیتے گئے	120
57	ہم کو اَپنے دوستوں سے غَم مِلا ہے	122
58	بِکھرے ہوئے ہیں زرد بَہاروں کے دَرمیاں	124
59	زِندگی مُختَصر مُختَصر ہوگئی	126
60	ہَم کہ اِصرارِ مُحبّت کر کے رُسوا ہو گئے	128
61	ہوائیں تیز چلتی ہیں تو گھبراتا ہے دِل میرا	130
62	تیرے وعدے میں سَچائی جو ہوتی	132
63	وَقت کے اِہتمام بدستور ہوئے	134
64	اُس کی چاہت کی چُبھَن کر کے اَثَر جائے گی	136
	متفرقات	
65	جانے کیوں	141
66	کیلنڈر	143
67	جال	145
68	فِضائیں نَہیں مِلتیں	148
69	کیا ہے ؟	150
70	دِسَمبر کی یاد میں	152
71	نظم۔ساوَن کی ہوں گھٹائیں	155
72	نظم۔یہ جو کُچھ ہو رہا ہے اِس جَہاں میں	157

73	نظم۔ دِل تو ہے دُھواں، دُھواں	160
74	جُھوٹ تھا	162
75	بِکھرے خواب۔۔	166
76	مختصر ہو رہی ہے کائنات	169
77	مُسافت میں نے طے کر لی	171
78	میری بہناں	174
79	نظم۔ میں نے تھامی تھی وقت کی ڈوری۔۔۔!	177
80	اِک وَقت کی۔۔۔	179
81	اُڑاں مُجھ کو مِلی	181
82	جب تلک آس تھی۔۔۔!	183
83	کہانی لِکھوں۔۔۔!	186
84	پردیسن	189
85	پھیکے رَنگ۔۔۔!	192
86	نظم۔ تصوّرات کے پَر ہو چلے ہیں بوسیدہ	196
87	بیٹے کیلئے دُعا	198
88	والد کیلئے	201
89	والد کیلئے ان کی علالت پر	203
90	ماں	205

مجھ کو دُنیا سے کوئی محبت نہیں
تو نہیں تو کسی سے بھی رغبت نہیں

بھلا کیوں کتابِ لکھّوں ....!
میرا راز کوئی جانے ....

میں غموں کو پی بھی جاؤں
تیرا درد سہہ بھی جاؤں

تو میری اُداس آنکھیں
میری سُستے سُستے باتیں

تیرا راز کھول دینگی
مجھے یہ نہیں گوارا .....!

تھی جِس کے بِنا زندگی کی سوچ نامُمکِن
اُس کے بَغیر کِتنے برس بیت گئے ہیں۔۔!

پیش لفظ

زندگی میں کچھ ایسے اچانک بھیانک موڑ آجاتے ہیں کہ جن سے خوابوں کے سنہری محل کرچی کرچی ہو جاتے ہیں۔اور جب ایسے حادثاتی دباؤ پر قابو پانا مشکل ہو جائے تو اندر کا ناسور اُبلنے کے لیے بے قرار رہتا ہے۔کچھ لوگ اس کو رو دھو کر ہلکا کر لیتے ہیں۔کچھ زندگی کا رُخ بدل کر غموں میں خوشیاں تلاش کرتے ہیں اور کچھ اپنی زندگی کو بے مقصد گزار دیتے ہیں جن میں کوئی جذبہ،حوصلہ،امنگیں نہیں رہ جاتیں اور خوش رنگ زندگی کو محض ایک بوجھ اور روگ بنا کر آخری سانس تک ڈھوتے رہتے ہیں۔میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوا۔مجھ پر جب غموں کا پہاڑ ٹوٹا تو میں نے خاموشی اختیار کر لی اور ایک صبح نمازِ فجر ادا کر کے لیٹی تو طبیعت بڑی ملول تھی،ذہن میں میرا درد گھلا تو کچھ آمد ہونے لگی۔میں نے سرہانے سے کاپی اور پنسل اٹھائی اور اندھیرے میں نوٹ کرتی گئی،صبح اٹھ کر دیکھا تو حیرانی بھی ہوئی۔مزید الفاظ بڑھتے گئے اور دیکھتے دیکھتے دل کی کیفیت جو کسی سے نہ کہہ سکی تھی نظم کی صورت اختیار کر گئی اور اس طرح یہ پہلا درد کا اظہار میں نے کاغذ پر بکھیر دیا۔

میرے اللہ مجھے دنیا سے بیگانہ کر دے
گزرے وقتوں کو میرے دل سے روانہ کر دے
تُو تو قادر ہے ذرا آ کے یہ قدرت کر دے
کھو گئے ہیں وہ جو لمحے انہیں واپس کر دے

اس زمانے میں ایک مرتبہ ریڈیو پر کچھ شعر وادب کا پروگرام آرہا تھا اور کچھ اتنی مقناطیسی کیفیت کا پروگرام تھا کہ دل لگا کر سننے لگی۔

پریزنٹر(Presenter) کی صاف شفاف آواز دل میں کچھ اس طرح اثر انداز ہوئی کہ دل چاہا تعریف کروں۔ اتنے میں انہوں نے رابطہ کے لئے جو نمبر اناؤنس کیا تو بلا تاخیر نمبر ملا دیا۔ بس پروگرام کی تعریف کر رہی تھی۔۔۔۔ کہ اُنہوں نے کہا ''نسیمہ آپ بھی کچھ لکھتی ہیں؟'' میں ہڑ بڑا گئی۔ میں نے کہا نہیں یونہی ابھی تازہ نظم لکھی ہے۔ جب اُنہوں نے ارشاد ارشاد کہا تو میں نے وہ نظم جوں کی توں سنا دی۔ اس نظم کے سنانے کے بعد اُنہوں نے جو گیت سنوایا وہ دل کو چھو گیا (زندگی کے سفر میں گزر جاتے ہیں جو مقام وہ پھر نہیں آتے)۔ یہ آصف صاحب تھے۔ جب اُنہوں نے کلام کی داد دی اور سراہا تب سے یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور میں یہی کہوں گی کہ اگر سن رائز کا پروگرام نہ ہوتا تو یہ سلسلہ شروع ہوتا نہ بات آگے بڑھتی۔ جب جب جیسے جیسے دل گداز ہوتا رہا لکھتی رہی اور سناتی رہی پرانے زخموں کو بھی ٹٹولتی رہی۔

شاعری اور زندگی کا تعلق بالکل ایسے ہی ہے جیسے حادثے کا قسمت سے۔ ہر انسان کے اَندَر ایک شاعری کا بیج ہوتا ہے۔ اور یہ بیج پانی سے نہیں کسی گہری چوٹ یا اچانک کسی واقعہ کے ہونے سے پروان چڑھتا ہے۔ اسمیں کسی محنت، کوئی مطالعہ، کوئی دماغی پریشانی، کوئی دقّت درکار نہیں ہوتی۔۔۔۔۔۔۔ بس ہو جاتا ہے۔۔

اسی طرح زندگی گیتوں، خوشیوں، امیدوں اور نت نئے پروگراموں میں رواں دواں تھی کہ اچانک خواب معہ اپنی تمام تر رعنائیوں سمیت اڑا ڑا دھم ہو کر زمین پر آرہے۔ زندگی جو آگے بڑھ رہی تھی پیچھے بہت پیچھے چلی گئی۔

بچپن۔۔۔۔۔۔بچپن بھی کیا چیز تھی ۔۔۔۔۔ بھرپور ۔۔۔۔۔ نڈر اور بیحد خوبصورت گزرا۔۔۔ پیدائشی آرٹسٹ تھی۔ حسن و خوبصورتی کی پرستار۔۔۔ ہر حسین چیز دیکھ کر خواہ وہ قدرت کی رعنائی ہو یا ساز و سنگیت ہو، جو چیز دل کو چھو لے، فدا ہو جاتی تھی، آسمان نیلا گہرا ہو یا ابر سے بھرا ہوا، بادل سفید ہو یا اودی گھنگھور گھٹائیں۔ درخت سرسبز لہلہاتے ہوئے پھولوں سے پھلوں سے لدے بھرے جھوم رہے ہوں یا ٹنڈ منڈ اپنی سوگوار سیاہ بانہیں پھیلائے ہوئے اپنی کم مائیگی کا احساس لیے ندامت سے ماضی کے تصور میں درد کے آنسو بہا رہے ہوں۔ ہر چیز میں قدرت کا حُسن تلاش کرتی۔۔۔

کہیں کوئی خوبصورت چہرہ، یا حسین آواز دل کو بُری طرح اُتھل پتھل کر دیتی تھی۔ غرض ہر خوبصورت چیز دیکھ کر چاہے انسان ہو جانور یا قدرت کے نظارے سمندر کا پھیلاؤ یا سنّاٹا۔۔۔ بس بے اختیار شاعری کرنے کا دل چاہتا تھا۔

عاشق ہو جاتی تھی۔ لیکن والدین اور ماحول کے خوف سے شاعری کبھی نہیں کی۔ زندگی کتنی حسین تھی، کوئی فکر نہیں، کوئی غم نہیں، کوئی دکھ نہیں۔۔۔ زندگی حسین تھی۔۔ پربت کی پہاڑیوں کی طرح۔۔۔

پھر چند سال آرٹ کی ٹیچر بننے کا اتفاق ہوا۔ اپنے سے بڑے بڑے قد والے بچوں کی ٹیچر ہو گئی۔ ہر کلاس میں داخل ہوتی تو ایسے خیر مقدم ہوتا جیسے ٹیچر نہیں کوئی پھولوں کی شہزادی کا استقبال ہو رہا ہو۔۔۔ میز پر پھول۔۔۔ ہاتھوں میں پھول۔۔۔ ہر طرف پھول ہی پھول نظر آتے۔

بچوں کو مجھ سے مجھے بچوں سے بے پناہ محبت تھی۔۔۔

آرٹ کے پیریڈ کا بچوں کو بیقراری سے انتظار رہتا تھا اور بڑے انہماک سے رنگ

برش میں ڈوب جاتے میری کلاس میں اکثر pin drop silence رہتا تھا۔۔۔

زندگی کا حسین ترین دور تھا۔۔کلثوم بائی ولیکا اسکول وزیر زادہ نے (منیجر) انٹرویو میں مجھے اس طرح Select کیا جیسے میں۔۔کوئی نایاب ہیرا تھا۔لیکن

میں وہ ہیرا تھا کبھی جسکو ترا شا نہ گیا!

میرے جذبوں کی حقیقت کو اُبھارا نہ گیا

اسکول میں آرٹ کی نمائش ہوئی۔۔۔ہر طرف نسیمہ کا نام رات بھر بچوں کے ساتھ رتجگا کر کے اسکول سجایا گیا۔ہر طرف پینٹنگز ماڈلز۔Statues اور آرٹ کے رنگ روپ چھائے تھے۔

آئیڈیلز!۔۔۔آئیڈیلز۔!۔۔آئیڈیل کی باتیں حسن و ذوق، پیچھے رہ گیا۔۔۔اور اچانک ہوا یوں کہ جن دنوں میں اپنے پورے عروج پر تھی آرٹ پھیلا رہی تھی، خوشیاں سمیٹ رہی تھی آرٹ کی ڈگری ختم کیے چند مہینے ہوئے تھے۔ترقی کا وقت آنے والا تھا۔ہر صبح مونالیزا کی پینٹنگ میں نکھار پیدا کر رہی تھی۔۔۔پلاسٹر آف پیرس سے اسکول کے بے شمار بچوں کے بڑے چھوٹے ہاتھ کاسٹ کر رہی تھی۔۔۔اُنگلیوں کے روئیں دیکھ کر پرنسپل مرعوب ہو کر مسکرائے مگر ریمارک دے کر چلے گئے ''مس نسیمہ آپ اتنی Cruel تو نہیں تھیں۔''

بورڈ پر جو ڈیزائن بناتی میرے بعد سائنس کی ٹیچرز Maths کی ٹیچرز آ کر پڑھاتیں۔مگر میری ڈرائنگ نہ مٹاتیں کیونکہ انہیں اچھا نہیں لگتا تھا مٹانا۔۔۔کتنے پیارے لوگ تھے وہ۔۔۔کہاں گئے سب، کہاں گئیں وہ محبتیں؟

آرٹ میں پورٹریٹ، Statue بنانے تک پہنچ چکی تھی کہ ممانعت ہو گئی، کہ اس میں عریانیت ہے۔اور یوں آگے بڑھنے سے روک دیا گیا۔۔۔ناولِ میں نے صحن میں رکھا

آگ لگادی۔۔۔ ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا۔۔۔اور میرے اندر برسات ہوتی رہی۔

آرٹ ادھورا، میوزک ادھورا، لکھنا لکھانا ادھورا اور میں پیا دیس آ گئی۔۔۔ میرے شوہر (Chartered Civil Engineer) بہت نرم دل محبت کرنے والے غرض ہر طرح سے اُنہوں نے میرے شوق کا خیال رکھا۔لیکن گھر آئیڈیل گھر آنے کے بعد جہاں میں Sale کا بورڈ دیکھ کر کھڑی ہوگئی تھی کہ یہ میرا آئیڈیل ہے اونچائی پر لق ودوق گھر اور میرے نصیب میں وہ گھر آ گیا پھر بچوں کی مصروفیات نے ذوق شوق کو الگ کر دیا۔۔۔ بڑی اچھی زندگی تھی ہر نعمت اللہ نے دی لیکن ایک روز اچانک ہنستے بولتے قہقہے لگاتے ہوئے میرے شوہر چل بسے۔۔۔اور بس۔۔۔

یہ غم مجھے شاعری سکھا گیا۔۔۔۔شاعری بھی ادھوری رہ جاتی مگر اب روکنے ٹوکنے والا ہی کون تھا۔ پہلے وہ عظیم ہستی پھر ایک بہناں پھر والدین۔۔۔اور یوں میں اپنے غموں کو اپنی شاعری میں چُھپانے لگی۔ایسے میں خوشیوں کی ،لب ورخسار کی ، اُمنگوں اور عشق کی باتیں کیسے کرتی۔۔۔۔

وہ دور تو گزر گیا تھا۔۔۔۔جب درد کی لہر اُٹھی تو دل کی کیفیت کاغذ پر بکھرنے لگی۔۔۔لوگ اکثر پوچھتے ہیں کہ شاعری کب سے شروع کی۔تو میں جواباً کہتی جب سے غموں کے پہاڑ ٹوٹے۔جب سے انہونی نے حقیقت کا روپ دیدیا جب سے جدائیاں شروع ہوئیں مسکراہٹ ختم ہوئی۔۔۔جب زندگی ٹھہر گئی تب سے۔۔۔۔گو اپنی شاعری اپنے ہی جذبات کی ترجمانی کرتی تھی لہٰذا معذرت کے طور پر یہی کہتی

لفظوں کی ہیر پھیر نہیں اپنے بس کی بات
ہے شاعری اپنی فقط حالات کی سوغات

شامل نہیں اسمیں لب و رخسار کی باتیں
شعروں میں رکھ دئے ہیں پروگر دِلی جذبات۔۔۔!

اور بس اس طرح زندگی شاعری اور حالات سے سمجھوتہ کرتے ہوئے مطمئن ہو کر گزرنے لگی۔ مگر زندگی کی تمام رعنائیاں بھرپور قہقہے اور چہرے کی شادابگی کے بغیر۔۔۔۔!

قارئین سے درخواست ہے کہ میری غلطیوں کو نظر انداز کر دیں۔ کیونکہ میں نے جو کچھ لکھا ہے نہ تو مجھے کسی سے مدد مل سکی نہ میں کسی سے متاثر ہو کر لکھتی ہوں۔ جو کچھ میرے اندر ابھرتا ہے وہ سادگی سے لکھ دیتی ہوں، کسی شہرت کسی نام کو پانا میرا منشا نہیں۔ بس آپ لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہے۔

آج ہَم ہیں، سو ہیں لیکِن یہ مچلتے جذبات
کاغذی پُرزوں کی مانند بکھر جائیں گے
قدر جِن کو نہیں فی الوقت، اِنہیں بچّوں کو
دیکھے تُکھے میں، اُنہیں خونِ جگر جائیں گے

نسیمؔ نسرین علی

شکر گزاری

میں سیما، مشعل حسن کی حوصلہ افزائی اور محبت کی قدر کرتی ہوں۔Sunrise ریڈیو کی شکر گزار ہوں اور آصف چوہدری کے پروگرام دریچے کی۔ جسمیں ایک سے ایک اعلیٰ شخصیت قابل ہستیاں اور بہترین شعراء وشاعرات اردو ادب کی اہمیت کو چار چاند لگا رہے ہیں۔اور اُن سب سے ایک غائبانہ لگاؤ اور پردیس میں رہتے ہوئے فیملی ماحول محسوس ہوتا ہے۔دعا ہے اسطرح کے پروگرام یوں ہی چلتے رہیں۔اور ہمیں اپنی شناخت کو فروغ دینے کا موقع ملتا رہے۔آمین۔

میں حمیدہ رِضوی کی شُکر گُزار ہوں جنہوں نے اپنے قیمتی وقت میں سے میرے لئے اپنی رائے عِنائیت فرمائی۔اور میرے کلام کو پڑھنے کی زَحمت کی۔اور بہت خلوص سے میری حوصلہ اَفزائی بھی کی۔میں اِن کیلئے دُعا گو ہوں کہ ایسے بے لوث لوگوں پَر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازِل ہوتی رہے۔۔۔آمین۔۔۔۔

میں تہٰ دِل سے ثروَت اِقبال صاحب کی شُکر گُزار ہوں جنہوں نے اِنتہائی مَصروفیات میں سے میرے لئے وَقت نکالا اور اپنی قیمتی رائے اور خیالات سے ہمیں نوازا۔۔۔۔یہ لوگ اعلیٰ ظرف اور قابِلِ تحسین ہیں۔۔۔۔میں بیحد مَمنون اور مشکور ہوں۔۔۔۔۔۔۔

نسیمہ نسرین علی

تجھ سے بچھڑے تو زمانے کا رنگ بدلا ہے
چاندنی چاند کی، رنگوں کا رنگ بدلا ہے

مُحبّت کا اِظہار سے رِشتہ اور فَنِّ شاعِری

شاعری کا تعلّق نُطق و گویائی سے ہے۔ یہ صِرف اِنسانی خصوصیت ہے۔ یوں تو پَرِندے بھی حمدِ باری تعالٰی گاتے ہیں، کوئل اور پپیہے کی پُکار کو ہم اِنسانی نَغمۂ ہجر کی حیثّیت دیتے ہیں لیکِن انسانی خصُوصِیت ہے کہ اِلفاظ اور مَعنی کا جو رِشتہ ہے وہ بھی اِنسانی ذِہن کی پَیداوار ہے، اور اِنسانی ذِہن اَللہ تعالٰی کی دین ہے۔۔ پڑھنے لِکھنے کی صِفت کی قُرآن میں بھی تَعریف آئی ہے۔۔

شاعِری حُسن و جَمالِیات کا ہی نَتیجہ ہے، اور اِسی لئے اِسے فَن کہا گیا ہے، جیسے موسیقی، مُصوّری، مُجسمہ سازی۔ یہ فَن جہاں مُشکِل ہے، وَہاں بہُت آسان بھی سمجھا جانے لگا ہے۔ اور ہَر وہ شَخص جو قافِیہ پیمائی کَر لیتا ہے، خود کو بڑا شاعِر سمجھنے لگتا ہے۔ جبکہ اَکثر لوگوں کو اوزان کا کبھی اَندازہ نہیں ہوتا۔ اور وہ ایک ہی غَزل میں مُختلف اوزان جَمع کَر دیتے ہیں۔۔ یہ کہنے کے باوَجود میں سمجھتی ہوں کہ شاعری قدرَت کا عَطیہ ہے، اور ہَر ایک کَلامِ موزوں صِرف عِلم کے بَل بوتے پَر تَخلیق نہیں کَر سَکتا۔۔۔ یہ ضرور ہے کہ کَلام مَوزوں کی قُدرَتی صَلاحیت ہونے کے باوَجُود عِلم اِنسان کے کَلام میں اور گہرائی پَیدا کَرتا ہے، اور جَذبۂ دِل کی تاثیر بھی۔۔

فارسی کے شاعِر عُنصری کے بارے میں مَشہور ہے، وہ ایک کِسان تھا، مگر پڑھنا لِکھنا

جانتا تھا۔ جب اُس نے سُنا کہ محمود غزنوی کے دربار میں شعراء کی قدر دانی ہے، تو اُس نے قصیدہ لکھنے کی کوشش کی اور غزنی پہنچتے پہنچتے قصیدہ ختم کر لیا۔ یعنی وہ اِک فطری شاعر تھا۔ فطری شاعروں پر کلام موزوں کی آمد ہوتی ہے، اور زبردستی شاعر بننے والے جو گہتے ہیں، وہ آورد ہوتا ہے، یہ لوگ عُمر بھر اپنے آپ کو دُہراتے رہتے ہیں اور اِن کے کلام کا معیار جوں کا توں رہتا ہے۔

شاعری لفظوں کی شیشہ گری ہے۔ شاعری قُوّتِ متخیّلہ کی مرہونِ منّت ہے اور اِسی لیئے دوسرے کی قُوّتِ متخیّلہ کو بھی مُتاثّر کرتی ہے۔ اِسی طرح وہ جذبات کی بھی مُصوّری کرتی ہے۔ اور قاری کے جذبات کو بھی مُتاثّر کرتی ہے۔ الفاظ، جذبات احساس اور قُوّتِ متخیّلہ سے شاعری وجود میں آتی ہے اِسی لیئے اچّھی شاعری کیلیئے اُن تمام چیزوں میں مُستقل ارتقاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور شاعر کو ارادی اور، شعوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اِس کے علاوہ شاعری کے لوازمات، بیان کا حُسن تشبیہ، اِستعارے، علائم، جذبات کو برانگیختہ کرنے اور مُتاثّر کرنے والی تراکیب شاعری کے لوازمات میں شامل ہیں۔ فرائڈ کا کہنا ہے کہ فنکار اپنی خیالی دُنیا پیدا کرتا ہے، جو اپنی ہونے کے باوجود ہمارے لیئے، اجنبی نہیں ہوتی۔ قاری اور شاعر کا رشتہ مُشترک انسانی جذبات کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ کانٹ، کے خیال میں (فن برائے فن) ہی فنّی تخلیق کیلیئے ایک اہم جواز ہے لیکن میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ فن کا مُحرک جو جذبہ ہے وہ بھی مقصد ہے اور پڑھنے والے جو محسوس کرتے ہیں حظ اُٹھاتے ہیں، وہ بھی ایک مقصد ہے، لیکن اِس مقصدیت کو معاشی اُصول طلب اور رسد کے انداز میں ہم نہیں دیکھتے، اور کسی فن یا کہ تجزیے کے وقت اِس قسم کی مقصدِ یت تلاش نہیں کرنی چاہیئے۔

فن خواہ شاعری یا کوئی اور شے ہمارے دل کو چھوتا اُس وقت ہے جب شعر جذبات

کو پیرایۂ فَن کے ساتھ کِسی مَخصوص سانچے میں ڈھال لیتا ہے۔ شِعر کی کامیابی یہی ہے کہ اِس میں کتنی خوبصُورتی سے جَذبات کو، تَخیّل۔ اِستِعارے، کنائے علائم اور اِلفاظ کی تَراکیب کی آمیزِش کی گئی ہے۔ یہ آمیزِش جِتنی مَوزوں ہوگی شِعر اُتنا ہی پُر تاثیر ہوگا اور اُتنی ہی کامیابی سے ہَمارے دِلوں پہ دَستک دینے کی صَلاحِیت سے مَملو ہوگا۔

شاعِری میں اِتنی کَشِش ضرور ہونی چاہیئے کہ اِک عام قاری کو اَچّھی لگے۔ شاعِری کی تکمیل کِسی بھی دوسرے فَن پارے کی طَرح اِسی میں ہے کہ وہ پَڑھی جائے۔ دیکھی جائے، جیسے تَصویر۔۔۔ سُنی جائے، جیسے موسیقی۔۔۔۔۔

تَخلیقی عَمَل ایک تَجریدی لَمحہ ہے۔ اور جَب یہ لَمحہ زِندگی میں آئے، تو وَجدان کی صُورَت اِختِیار کر لیتا ہے، اور یوں لِکھنے والا اِسے فَن پارہ کی صُورَت دینے کیلیئے بےچین ہو جاتا ہے۔ ایسے میں فَن کار دو کام کرتا ہے۔ جَذبات کو فَن کے سانچے میں مُطالبات فَن کے ساتھ ڈھال لیتا ہے، دوئم اِسے قاری تک پَہنچاتا ہے۔ یہ دونوں اَفعال اِس کے وَجدان اور تَخلیق کے اِنعامات ہیں۔ پِھر قاری اِس شاعِرانہ تَخلیق کے اسرار سے پَردہ اُٹھاتا ہے، یعنی اَپنی فِکر اور عِلم کے مُطابِق اِس سے لُطف اَندوز ہوتا ہے۔۔ فَن کوئی بھی ہو وہ دِیدۂ بینا کی تَلاش کرتا ہے۔۔

یَہاں میں نسیمہ کی شاعِری کے حوالے سے کُچھ کَہنا چاہونگی کہ نسیمہ کو میں یہ نہیں لِکھ رَہی کہ وہ قُرّۃ العین طاہِرہ، زُہرہ نِگاہ ادا جَعفری ہیں۔۔ وہ تو اِس مُلک میں کوئی بھی شاعِرہ نہیں، یَہاں اَکثر لِکھنے والی شاعِرات اوسَط دَرجے کی شاعری کرتی ہیں مَگر دوسری لِکھنے والیوں کو وہ حَقارَت سے دیکھتی ہیں۔ وہ یہی سوچ کر خود کو بَڑا مَحسوس کر لیتی ہیں۔ جَبکہ میرا نُقطۂ نَظر یہ ہے کہ اَگر ہَم خود اِقبال، فیض اور مِلٹن نہیں تو مُبتَدی شُعراء کا کَلام پَڑھیئے، اور اُن کو فَنّی مَشوِرہ

دے کر حوصلہ اَفزائی کرنی چاہیئے۔ آخر کو فَن کی تَخلیق ان کے اِس لاشعوری اِحساس کا نتیجہ ہے کہ وہ فانی ہے۔ اور فَن کی صورت میں وہ خود کو مَرنے کے بَعد بھی زِندہ رَکھنا چاہتا ہے۔ نقّاد نہ یاد رَکھیں عام قاری تو اِس کی کِتاب کو کُچھ دِن یاد رَکھے گا۔ اولمپک مُقابلے میں تمغے تو صِرف تین ہوتے ہیں، مگر مُقابلہ سَینکڑوں لوگ کرتے ہیں۔ مُقابلے میں حِصّہ لینا بھی تو اَہم ہے، وہ بھی تو ایک تعریفی عَمل ہے۔ قطار میں کھڑے ہونا اور گِنا جانا بھی تو تسکین بَخش ہے۔ جِس طَرح زِندگی میں ہَر شے کے دَرجے ہیں، اِسی طَرح فَن کے بھی ہیں۔۔ اَعلیٰ، اوسط اور مَعمولی۔۔

اِسی طَرح قارئین کی بھی تین اِقسام ہیں۔ اَعلیٰ دَرجے کے قاری جو نقّاد ہیں اور اَپنے عُلوم کے ماہِر ہیں۔ اوسَط دَرجے کے قاری، جو تعلیم یافتہ ہیں، لکھتے نہیں مگر پَڑھتے ضُرور ہیں۔ اور مَعمولی دَرجے کے قاری جو زیادہ پَڑھے لکھے نہ ہوں۔۔ مگر شاعِروں کے قَدر دان ہیں، اُنہیں پَڑھتے ہیں۔۔ یہ پیارے لوگ ہیں۔۔۔

نسیمؔ کے اَندر ایک فَنکار چُھپا بیٹھا تھا، وہ کبھی موسیقی میں اَپنی چَھپ دِکھاتا، کبھی مُصوّری میں، کبھی سَنگ تَراشی میں۔۔۔ ہَمارے مُعاشِرے میں خواتین کے فَن کے راستے میں بَڑے بَڑے پتّھر ہیں، کبھی روایات، کبھی خاندان اور کبھی مَذہَب نسیمؔ نے ہَر فَن کو آزمایا، پھر شادی ہوگئی، وہ خوش نَصیب تھیں، اُنہیں اَیسا ساتھی ملا جو اُن کے خوابوں کو حَقیقَت میں ڈھال سَکتا تھا۔ طرزِ زِندگی کے طور پَر اُس نے نسیمؔ کو وہ سَب کُچھ دِیا جو وہ چاہتی تھیں۔ مگر پھر تقدیر آڑے آگئی، ایک زَلزلہ بَرپا ہوگیا۔۔۔ زندگی بھر ساتھ نبھانے والا ساتھی اچانک اس دنیا سے رُخصت ہوگیا۔۔۔۔

ہَمارے مَعاشرے کی رَوایت تو یہ ہے کہ شوہر چاہے جوتے بھی مارتا ہو

عورت کو اس کے سوگ پر مجبور کیا جاتا ہے۔ایسے میں اگر ایسا شوہر ملے جو محبوب کا رُوپ ڈھالے اور پھر ہجر کی مُسافتیں دے کر چل بسے۔تو عورت کے دِل پر کیا گزرے گی۔اِن کے دُکھ درد مایوسی رَنج واَلم کا ایک سیلاب اُٹھا،اور بَند توڑ کر نکل گیا،کلام موزوں اُن کی زُبان سے نکلنے لگا۔اور بقول ایڈورڈ سعید کے اَدبی تحریر،تحریر ہونے کے وَجود میں اس دُنیا کا ایک وَجود ہے۔ادبی کتاب اور نقّاد،تو نسیمہ کی شاعرانہ تحریر بھی اس دنیا کا ایک وَجود ہے۔اور ہم بھی اس دُنیا میں رَہتے ہیں،تو انسان ہونے کے ناطے ہمیں ان کا کلام پڑھنا بھی چاہیئے اور اس کی حوصلہ اَفزائی بھی کرنی چاہیئے۔نسیمہ کو میں نے مَشورہ دیا کہ وہ اَچھّے شُعراء کی شاعری کو بھی مُطالعہ میں رَکھیں۔۔

انہوں نے معذرت کے طور پر کہا کہ مُیں نے غور کیا ہے کہ جو بھی جس شاعر کو زیادہ پڑھتا ہے اس کی تحریر میں اسی کی جھلک آنے لگتی ہے میں اسی ڈر سے کسی کو نہیں پڑھتی کہ میرے اشعار بلا سے اس معیار کے نہ ہوں مگر ہیں تو میرے۔۔

اِن کی بات نے مُجھے سوچنے پر مائل کیا۔ ۔۔۔

اَب میں ان کی شاعری کے تَعارف میں ان کے کُچھ اَشعار لِکھنا چاہونگی۔وقت کے حوالے سے ایک نَظم ہے۔۔اَچھّی ہے۔نام ہے۔دِسمبر کی یاد میں۔۔سال ختم کرتا ہے دسمبر،کیلنڈر ختم کرتا ہے۔۔۔

کہتی ہیں۔:

بیتے لَمحوں کی رَفاقت کے دو پَل
آج بھی گِنوا رہا ہے، دیکھ لو

ایک جگہ کہتی ہیں:۔

یہاں تو عَجب خوفِ تنہائی سی ہے
وہ رونَق بھرے بام و دَر بولتے ہیں

ایک اور شعر:

کوئی جَب قہقہہ لگاتا ہے
مُجھ کو وہ شَخص، یاد آتا ہے

ایک نَظم ہے جال:

جال کی قدر ہے اپنی جاں سے سِوا
اس میں شامِل کسی کی کوئی یاد ہے

جو بھی چِہرہ شَناسا بچَھڑ جاتا ہے
ہوتا جاتا ہے شامِل، اِسی جال میں

ان کی یہ نَظمیں آپ ضرور پڑھیں:

مُسافَت میں نے طے کر لی، پردیسن، میری بہناں۔۔۔۔میں رِشتوں کے پیار اور رِشتوں سے بچھڑنے کا دَرد شامِل ہے۔

اِنہوں نے اَپنے والِد کی شَدید عَلالَت مَحسوس کر کے اس بیچارگی کی سچّی مُصوّری کی ہے۔کہ اِنسان جَب اَرذَلِ لعُمر کی سچّی تصویر ہو جاتا ہے اور قُرآن حکیم کے مُطابِق لِکَیلا یعلَمَ مِن بعدِ عِلمٍ شیئاً ہ۔۔کی اَذیّت سے دوچار ہوتا ہے۔۔میں سمجھتی ہوں اِس نَظم کا حُسن اِس کی

جَذ باتی صداقت ہے۔اور اِظہار کی سادگی۔نسیمہ نے اپنے جَذ بات کو اِظہار کے سانچے میں ڈھال کر ہمارے سامنے رکھدیا ہے۔اب اسے دیدۂ بینا کی تلاش ہے۔

دَرجہ ذیل میں چند اَشعار قابلِ غور ہیں:۔

اِسی اِک آرزوئے ناتمامی میں بَسر کر لی
کہ دِل کا دَرد اَپنا غیر کے آگے نہ کُھل جائے

چاہتیں خود کو مِٹانے سے کہاں مِلتی ہیں
پیار پَر ہوتا نہیں، کوئی جَبر جانے دو۔۔

ناز تھا پَرواز پر جِس کو کبھی۔۔۔۔۔۔
وہ پَرندہ ہو گیا بے بال و پَر۔۔۔۔۔

اِس جَہاں کی ہَر مِلاوَٹ کی طَرح۔۔
ہو رہا ہے اَب لَہو پَر بھی اَثر۔۔۔۔۔

بے اَثر ہوتی ہیں سوچیں، دِل بِکھر جانے کے بَعد
آئینہ جُڑتا کہاں ہے، بال پَڑ جانے کے بعد۔۔۔!

موم اور پتّھر کے، کا لے دِل کی دیتے ہیں مِثا ل
دِل بَظاہر، تو نسیمؔہ ایک جیسے، ہوتے ہیں۔۔۔!

تُمھاری چاہ میں تُخھے کی صوُرت ماں! تُمھیں کیا دوں!
کروں جو نیکیاں، وہ سَب تُمھا رے نام ہو جائے۔۔

عَجب سا خوف رہتا ہے، عَمل میں ہو نہ کوتاہی
کہ جو بویا تھا، اَپنے واسطے، اَنجام ہو جائے۔۔!

کِسی کا دَستِ شَفقَت ہے میرے سَر۔۔۔۔
جو گِر گِر کَر ، سَنبھلتی جا رہی ہوں۔۔۔۔۔ا

ہو شامِ زندگی تو صبحِ نو کی جُستجُو کِیا ہو۔۔۔؟
کہ لَمحوں کو گُزرنے سے بَچانا، کیسے مُمکِن ہے۔!

حمیدہ معین رِضوی

نسیمؔ علی کی شخصیت اور شاعری

نسیمؔ علی بَرطانیہ کی ایک شاعِرہ ہیں، اس مُلک کی ادبی دُنیا میں خواتین کے کئی نام آتے ہیں۔ اُردو کی ترویج وترقّی میں خواتین نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا ہے۔۔ مُشاعروں میں شاعرات شاعروں کے شانہ بشانہ نظر آتی ہیں۔ انکا کلام ادبی رسائل میں شائع ہوتا رہتا ہے۔

نسیمؔ علی گو مشاعروں میں ذرا کم نظر آتی ہیں لیکن یہ اکثر ریڈیو کے پروگرام میں اپنا کلام سناتی رہتی ہیں اور شاعرانہ ذوق رکھنے والوں میں جانی پہچانی مانی جاتی ہیں۔ اور سُخن فہم سامعین میں انکے کلام کو سراہا جاتا ہے۔۔۔۔

اُردو شاعری کی کمی نہیں، ہر شہر میں بے شُمار اچّھے اچّھے شُعراء ہیں۔ اتنے بہت سے شاعروں کی موجودگی میں مُقام ایسے شاعروں کا بنتا ہے جنکی شاعری میں کوئی نیا خیال ہو یا جَذبات اور اِحساسات کی ایسی عکّاسی ہو کہ جو سننے والے کو لگے کے یہ تو میری اپنی بات ہے۔۔ اس پیمانے پر دیکھا جائے تو نسیمؔ علی کے کلام میں بہت اچّھے اشعار اور خیالات کی جَھلک نظر آتی ہے۔۔

نسیمؔ علی کے بہت سے اچّھے اچّھے اشعار میں سے چند اشعار جو پڑھنے والوں کو پسند آئینگے۔ جیسے کے یہ مجھے بہت پسند آئے۔۔

اپنی ایک غزل میں کہتی ہیں:

جو ہماری دَسترس سے دور تھے
رفتہ رفتہ، خواب میں سجتے گئے۔۔

ایک جگہ کہتی ہیں:

ہے وقت کی آندھی سے نسیمہ کا واسطہ
اس خواب نے سوتے سے جگایا کبھی کبھی

یا پھر کہتی ہیں:

ذرا ٹھہرو تمھاری گُفتگو سے دِل سنبھل جائے
کہیں ایسا نہ ہو، ہر خواب کی مَنزل بدل جائے

کہتے ہیں کہ اچّھا ادیب بننے سے پہلے اچّھا اِنسان بننا ضروری ہے۔اس بات کا اِطلاق شاعروں پر بھی ہوتا ہے۔گو ایسے بہت سے شاعر گُزرے ہیں،جنہوں نے شاعری تو اچّھی کی ہے مگر بطور انسان اُنکی خامیاں خوبیوں پر حاوی رہی ہیں۔

نسیمہ علی ایک باوقار شائستہ اور باسلیقہ خاتون ہیں۔اور یہ تمام خوبیاں اُن کے کلام میں بھی نظر آتی ہیں۔اِن کے جَذبات اور اِحساسات سیدھے سادے صاف اور شَفّاف ہیں۔

نسیمہ علی میں آرٹ اور شاعری کا شوق و ذوق تو شروع ہی سے تھا،مگر شاعری میں اپنے خیالات کا اِظہار کرنے کا خیال اُس وقت آیا جب اپنے بہت قریبی رِشتوں سے اچانک ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دوری کا غم سہنا پڑا۔۔دوریاں اور حادثات ہی سے تو شاعری جنم لیتی ہے۔۔۔۔یہ بھی اُن کا کہنا تھا۔۔۔۔۔۔اپنا ساتھی۔۔۔اپنی عزیز ترین بہناں۔جس کے بغیر زندگی کا تصوّر بھی ناممکن تھا۔۔۔والدہ جن کی خاطر گھر بار چھوڑ کر واپس اپنے مُلک بوریا بستر سمیٹ کر اس لئے گئیں کہ سب کچھ تو مل جائیگا مگر ماں باپ کہاں ملیں گے۔۔۔۔

اُنہوں نے اپنی والدہ کے لئے جو نظم لکھی ہے وہ ان کے جذبات کی صحیح عکّاسی کرتی

ہے۔یقیناً پڑھنے والوں کو پسند آئیگی۔

نسیمہ علی کی کتاب ''آوازِ دِل''میں مُختلف غزلیں اور نظمیں شامل ہیں، جوانہوں نے مُختلف مواقع پر کہی ہیں، اگر انہیں کتابی شکل میں نہ جمع کیا جاتا تو ادھر اُدھر بکھر جاتیں۔۔ اور شاعرہ کی تخلیقات کے بارے میں بہت کم لوگوں کو پتہ چلتا۔۔۔۔ اُمّید ہے کہ قارئین کو یہ کتاب پسند آئیگی ۔۔۔۔

ثروت اِقبال۔ادیب شاعر اور کالم نِگار

حمد

دل کے اندر کہیں نہاں، تو ہے
ہر کلی کی حسیں زُباں، تو ہے

تو ہی بہتے لہو میں شامل ہے
سبز دُنیا کا باغباں، تو ہے

دھڑکنوں میں تیری صدا گونجے
نا ہو کوئی تو پاسباں، تو ہے

کھو چکے ہوں جو اپنی منزِل کو
اُن کی اُمّیدِ کارواں، تو ہے

تیری چاہت کا قطرہ مانگا تھا
دریا جِس نے بہا دیا، تو ہے

دَشت تو نے بنا دیے گلزار
روشنی تجھ سے اور ضیاء، تو ہے

ذرّہ ذرّہ میں تیرا جلوہ ہے
دو جہانوں کا رہنما، تو ہے

قطرہ قطرہ تیری گواہی دے
محوِ حیرت ہوں لامکاں، تو ہے

ڈھونڈا تجھ کو جہاں میں تو پایا
میری سانسوں کے درمیاں، تو ہے

بارِ ہستی ہوئی گِراں مجھ پر
زندگی ہے فنا بقا، تو ہے

ہاتھ کیونکر اُٹھاؤں کیوں مانگوں
ہر تمنّا کا رازداں، تو ہے

میں ہوں کیا چیز اور تو کیا ہے
ایک ذرّہ ہوں آسماں، تو ہے

کیوں زمانے سے ہو کوئی شِکوہ
جب نسیمؔ پہ مہرباں، تو ہے

نعت

غم کی گھٹا میں نور کا جلوہ تمھیں تو ہو
دل کی اُداسیوں کا مداوا تمھیں تو ہو

قائم ہے کائنات کے رنگ، آپ کے طُفیل
رنگوں میں سب سے رنگ، نُمایاں تمھیں تو ہو

گھبرا کے وحشتوں سے جو دیکھا کوئی نہ تھا
بے اِختیار جس کو پُکارا، تمھیں تو ہو

زخموں کی شِدّتوں نے تجاوز اگر کیا
بانٹا ہے جس نے درد، ہمارا تمھیں تو ہو

دُنیا کے جمگھٹوں میں اُلجھ کر نسیمؔ نے
جب بھی لیا ہے نام تمھارا۔۔۔تمھیں تو ہو

دعا

یہ چاہا تھا دُعا جب دِل سے نکلے
کبھی تو عرش کے پائے ہلا دے

کبھی تو اَن گِنت سپنوں کی خواہش
کبھی تو جاگتے میں مُسکرا دے

تمّنا ہے کبھی تو کوئی موسَم
مِرے آنگن میں ہلچل سی مَچا دے

کبھی تو کینوِس کے رنگ ادھورے
گئے وقتوں کے رنگوں کو مِلا دے

مِلے ایسی توانائی بھی مُجھ کو
اُبھرتی خواہشوں کا سر جُھکا دے

بھڑکنے کا اگر خدشہ ہو لاحق
دیا ہی آرزوؤں کا بُجھا دے

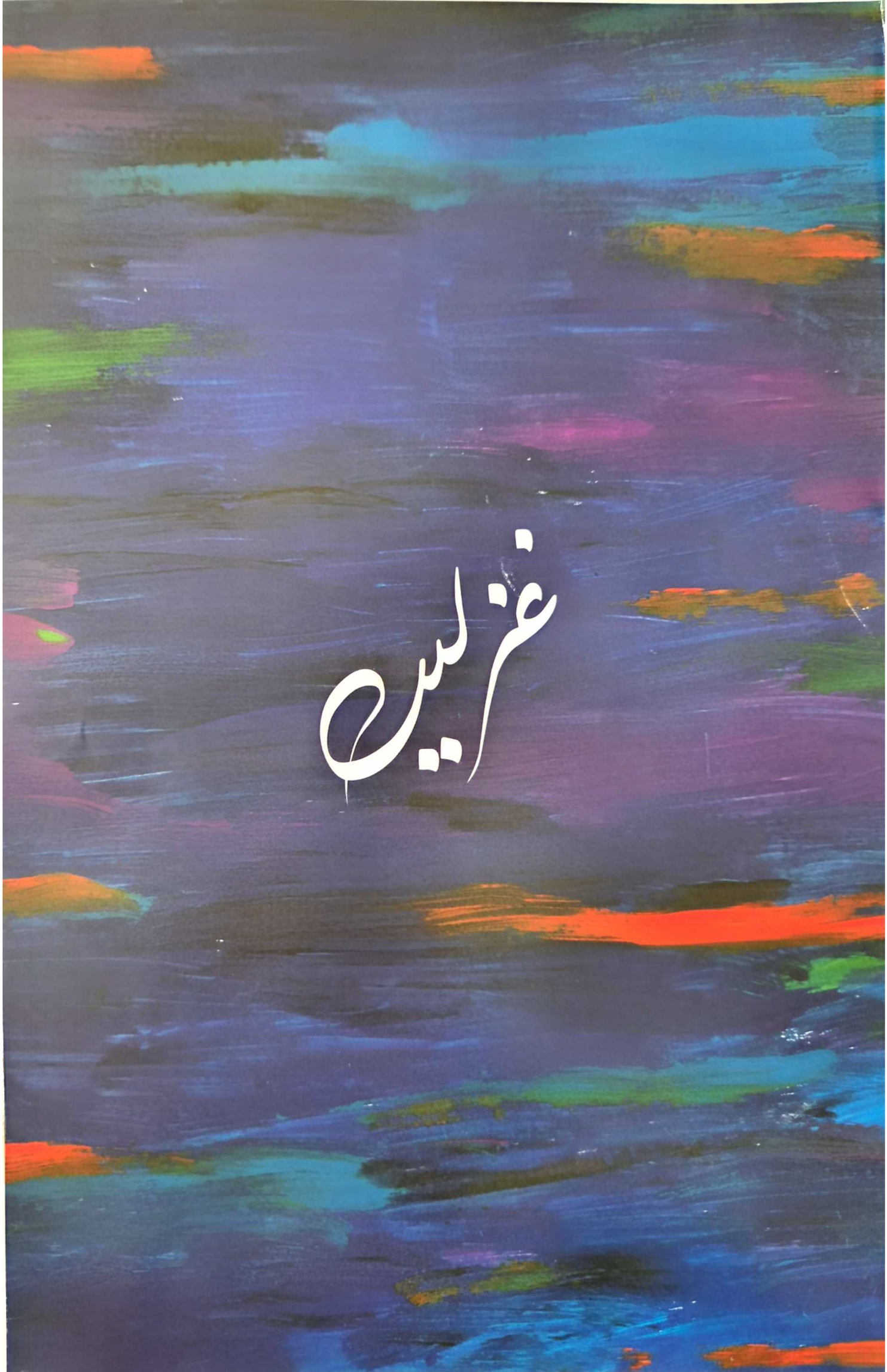
وہ مَنزل جِس جگہ پر کہکشاں ہو
مُجھے اے وقت....!اُسکا اِک سِرا دے

گِروں اَپنی نظر میں ہر قدم پر
مگر دُنیا کی نظروں میں بڑھا دے

بھرَم اِک آرزو کا ہی رہے کُچھ
مُجھے پھر وقت جو چاہے سَزا دے

جہاں ہو نیند کی وادی میں جَب گُم
اُٹھا کر رُو برو مُجھ کو بِٹھا دے

طِلسمی کیفیت قُربت کا پِیالہ
نسیمؔ کو مُحبّت سے پِلا دے


غزلیں



غزل

درد اُٹھا ہے تو کاغذ پہ بکھر جانے دو
قافیہ بحر کی صورت میں نکھر جانے دو

لَب سِلے تھے مگر جذبات میں وفا تو تھی
داستاں غم کی ہے سینے میں اُتر جانے دو

چاہتیں خود کو مٹانے سے کہاں ملتی ہیں
پیار پر ہوتا نہیں زور و جبر جانے دو

جنکی خوشیوں کیلئے کر دیا فن کو قُرباں
وہی کہتے نہیں، ہے ہم میں ہُنر جانے دو

ندّیاں خوں کی بہا ڈالیں زمیں کی خاطر
مُنتظر ہے وہ زمیں اُن کو اِدھر آنے دو

اپنے سرمایہ کو اوروں پہ لُٹا کر اپنی
زِندگی لہر کی صورت میں گزر جانے دو

توڑ کر دِل نہیں ہوتا جنہیں اکثر احساس
ہم پہ ہوتا ہے جو، ان پہ بھی اثر جانے دو

اتنے مانوس ہیں ہوتا نہیں احساسِ درد
زَخم کی شدّتوں کو حد سے گزر جانے دو

میرے اندر ہے تمّناؤں کا اِک ایسا بحر
جِسمیں اٹھتی نہیں ہے کوئی لہر، جانے دو

زندگی کیا ہے حقیقت میں اگر غور کریں
بارشوں میں وہ جو پڑتے ہیں بھنور ۔۔جانے دو

تیری تعریف میں مٹی سے فلک تک نسیمؔ
کیا لکھے شمس و قمر یا کہ بدر، جانے دو۔۔۔!

غزل

بیوفائی کو محبّت کا گُماں، سمجھا تھا وہ
اِس تڑپ کو اپنے ہی دل کی زباں، سمجھا تھا وہ

کر سکا نہ تو کبھی اُس کی وفا کا اِحترام
یہ خطا، اُس کی تھی، تجھ کو رازداں، سمجھا تھا وہ

بے کلی جب دل کی بڑھ جائیگی کر لے گا یقیں
رات کی تاریکیوں کو، کہکشاں، سمجھا تھا وہ

ناگہانی حادثہ کو بھولنا، آساں نہ تھا
اِس صداقت کو ابھی تک، داستاں، سمجھا تھا وہ

کُچھ مُعطّر خوشبوؤں کے روپ کا جھونکا سہی۔۔
اُس سے مِلنے جائیگا، اے باغباں، سمجھا تھا وہ

ایک دن ہم بھی لکھیں گے خونِ دِل کی، داستاں
کیوں بہاروں کے نظاروں کو، خِزاں، سمجھا تھا وہ

آنسوؤں کی کُچھ حقیقت، اب بھی اِس دُنیا میں ہے
جب تلک وہ نہ ہوا تھا مِہرباں، سمجھا تھا وہ

دُنیا والوں نے نسیمؔہ سے تو پھیری تھی نظر
وہ بھی شاید ہو گیا ہو بدگُماں، سمجھا تھا وہ

ہمیں پر آزمائش ہے، ہمیں مُجرِم بھی ٹھہرے ہیں
زُباں سے کہہ گئے وہ سب، ہمارے لب پہ پہرے ہیں

غزل

زخم کو اک نئی شکل دینا
پھر نہ ماتھے پہ کوئی بَل دینا

دل سخاوت پہ گر ہو آمادہ
ساری دُنیا کے دُکھ میں ڈھل لینا

تھامے رہنا اُمید کا آنچل
بے نوائی کا کوئی حَل دینا

ڈور ہر سانس کی جو، تھامے ہو
اُسکی مرضی میں کیا، دَخل دینا؟

کھا کے سارے جہاں کے زخموں کو
کوئی غمگین سی، غزَل دینا

آخری قطرۂ لہو دیکر
کسی وِیراں زمیں کو، پھل دینا

کاغذوں پہ سجا کے تصویریں
اپنے خوابوں کو اِک، مَحل دینا

نفرتوں کے عِوض مُحبّت سے
اُن کے کِردار کو، بدل دینا

کون ہے جو چھُپا ہے ہر شہ میں
اپنی سوچوں میں، پل دو پل دینا

رَحمتوں کی گھٹا برسنے پر
جذبۂ عشق کو اُگل دینا

نام زِندہ رہے نسیمؔ جو
ایسے اَطوار کو عمل دینا

اِٹھلا کے پون جھومتی جس سمت بھی گئی
سرشار کرکے روحِ بدن میں اُتر گئی

ماضی کے پٹ کُھلے تو حسیں یاد حلَق سے
بَن کر مِٹھاس جام کی صورت اُتر گئی

غزل

سہ پہر کی یہ اُداسی، دِل میں اُتری جائے ہے
سو رہے ہیں لوگ، سنّاٹا مُجھے دَہلائے ہے

گھر بھرا تھا، چارسُو اَفراد آتے تھے نظر
پُورا گھر اب چند کمروں میں، سماتا جائے ہے

ایک وہ بھی دور تھا بیزار شور و غُل سے تھے
اب فقَط، دو بول سننے کو، ترستا جائے ہے

بند کمروں میں، ہر اِک تنہائی کا مارا ہوا
آہٹوں پر، چونک کر، دیکھے کوئی آ جائے ہے

یاد کرکے ساحلوں پر، سب پُرانی شوخیاں
آنکھ سے ٹپکے لہو، اور ریت میں مل، جائے ہے

جو زمانے میں کبھی مَشہور گَرد و فَر میں تھا
عُمر کی دہلیز پر وہ، بوجھ بنتا جائے ہے

گر خطا ہو جائے کُچھ، اُس سے بُڑھاپے کی سبب
بَچّہ ہو یا پِھر جواں، وہ پیچھے ہی پڑ جائے ہے

آئینے کے سامنے بَن کر مُجسّم اِک سوال
سچ چُھپائے آئینہ، اور آپ ہی شرمائے ہے

کُچھ پُرانے پیڑ کی گہری جڑوں کو دیکھ کر
ہر گھڑی مُجھ کو نسیمؔ، بیتا کل یاد آئے ہے

غزل

کِرچیوں کو جوڑ کر بھی بے خبر
کیا پہنچ پائے گا خوابوں کے نگر؟

اک تمنّائے عِمارت کیلئے
ٹوٹ جاتے ہیں کئی دیوار و در

ناز تھا پرواز پر جِس کو کبھی
وہ پرِندہ ہو گیا بے بال و پر

اِس جہاں کی ہر مِلاوٹ کی طرح
ہو رہا ہے اب لہو پر بھی اثر

آشیاں پانے کی جب خواہش ہوئی
خود زمیں پر آ رہا اپنا شَجر

آس کا پنچھی اُڑا کر لے گیا
زندگی بھر کی اُمیّدوں کا نگر

دور منزِل، اور ہوائیں تُند و تیز
کب رکیں گی، اور ہے کس کو خبر؟

اوس میں بھیگی نسیمؔہ کی ہے سوچ
کیوں پرِندے لوٹتے ہیں اپنے گھر۔۔؟

اَپنا وجود تیری نظر کر دیا میں نے
تھی جس کی جستجو اُسے سَر، کر لیا میں نے

غزل

تُجھ میں کھو جاؤں، میں ڈوبوں نہ اُبھرنا چاہوں
تیری خاطِر، میں زمانے سے مُکرنا چاہوں

اپنی تخلیق کی ہر سوچ کو خاکہ دے کر
مُنفرِد رنگ تخیّل کے میں بھرنا چاہوں

فِکر و افکار کی دیوار کو اونچا کرکے
ساری پُرسوز فِضاؤں سے گُزرنا چاہوں

کسی معصوم کی معصوم ہنسی کی صورت
جِھلملاتا ہوا اِک شوخ سا جھرنا چاہوں

تا ابد رنگوں کی تخلیق ہو قائم دائم
جانے والے کو جُدا خود سے نہ کرنا چاہوں

حرفِ ناکام جو تخلیق میں میرے آئے
چھوڑ کر دور نگاہوں سے گُزرنا چاہوں

کوئی نظروں سے بچھڑ جائے کبھی آنکھ کُھلے
سوتی رہ جاؤں نسیمؔ وہ سحر نا چاہوں

غزل

غزل لکھتے ہوئے غم پاس آنا بھی ضروری ہے
چھُپا کر آنسوؤں کو مُسکرانا بھی ضروری ہے

اگر خوش قِسمتی سے تُم گِرفتارِ مُحبّت، ہو
تو اِقرارِ مُحبّت بے حِجابانا، ضروری ہے

پئے عِشقِ حقیقی لازمی ہے دل کی یکسوئی
بَنامِ زندگی سَر کو جُھکانا بھی، ضروری ہے

ہوں گر جذبات بے قابو، دِلِ مُضطر پریشاں، ہو
تو اِن شُعلوں کو، اشکوں سے بُجھانا بھی، ضروری ہے

جو غم ہم نے خریدے ہیں اُنہیں سے کیف پاتے ہیں
سکونِ دِل کی خاطر، زخم کھانا بھی ضروری ہے

بچھڑ کر اپنے پیاروں سے، کبھی دو چار ہی لمحے
حسیں یادوں کی صورت میں، سجانا بھی ضروری ہے

اگر مِلنا نہیں مُمکِن تعلّق پھر بھی لازِم ہے
خیال و خواب ہی میں آنا، جانا بھی ضروری ہے

ہوئے جو کربِ پیہم ہم کو خود اپنی ہی لغزش سے
تو ایسے زخم دُنیا سے چُھپانا بھی ضروری ہے

نسیمؔ جِس نگر میں پیار کے چشمے اُبلتے ہوں
وہاں چلئے وہاں کا آب و دانا بھی ضروری ہے

دوستوں کی سرد مُہری سے
ایسی ہوتی ہے کیفیت اکثر

بیٹھے ہوں جون کے مہینے میں
اور دسمبر کا لطف آ جائے

غزل

ذرا ٹھہرو، تُمھاری گُفتگُو سے دِل سنبھل جائے
کہیں ایسا نہ ہو، ہر خواب کی مَنزِل بَدل جائے

تُمھاری چاہتوں کا لے لوں تُھوڑا اِمتحاں ورنہ
مُحبّت، روگ بَن کر نہ، میرے سینے میں نہ پل جائے

ذرا دیکھوں، کہ روشن کِس طرح کرتے ہو تاریکی
کہیں اِس دوستی کے نام کا، سورج نہ ڈھل جائے

وَفا کا کس قَدر مِعیار رکھ پاتے ہو سینے میں
ہَماری راہ کی پیچیدگی، تُم کو نہ کَھل جائے

ہر ایک لَمحہ یَہی دَھڑکا لگا رَہتا ہے جیوَن میں
گھٹاؤں سے اُمَڈتے بادلوں کا رُخ نہ ٹل جائے

ہمیں قِسمَت پہ اَپنی ناز بھی ہے اور خدشہ بھی
چُھپا تو لیں ہم اَشکوں کو، مگر دامن نہ جَل جائے

اِسی اِک آرزوئے ناتمامی میں بَسر کر لی
کے دِل کا بوجھ اَپنا غیر کے آگے نہ کُھل جائے

اُتر جائے بَدن سے، سب گُناہوں کی قَبا میری
چَمَن جیسے، کہ سارا شبنمی قَطروں سے دُھل جائے

بھَروسا اِس قَدر تو ہو نسیمؔہ ذات پر اُس کی
اِدھر آواز دوں، وہ ساری مُشکِل کر کے حَل جائے

غزل

عِنایت یہ کہ کھا کر ٹیس خود، دِل کو منانا ہے
حقیقت محوِ حیرت، آپ ہی اپنا فسانہ ہے

ہمارے اور تمھارے درمیاں، بس اِتنا رِشتہ ہے
کہ ہو جب غم سے تم گھائل تو اِس دِل میں، ٹھِکانہ ہے

جو سینے میں کسی کا درد ہو محسوس تو سمجھو
مُحبّت کا تقاضا ہے، یہ جذبہ غائبانہ ہے

مُحبّت میں مِلاوٹ کی، کہاں ہوتی ہے گُنجائش
خلوصِ دِل سے ہو تو، زِندگی پھر شاعِرانہ ہے

کسک تم ہی نے دی ہے، اور تمہیں نے دل بھی توڑا ہے
تمہیں کو آ کے اپنے اِن حسابوں کو چُکانا ہے

تمھاری بے رُخی اور سرد مُہری رنگ لائی ہے
دِلِ بیمار کی بیچارگی، تُم کو نبھانا ہے

زمانہ تُم سے ہے، کیوں دوش دیتے ہو زمانے کو
نہ ہو جذبے میں سچّائی، تو ناکامی بہانا ہے

نسیمؔ دوجہاں، جب لُٹ گئے ہر طور تو سمجھے
جِسے کہتے تھے دُنیا، وہ تو اِک مہمان خانہ ہے

غزل

قضاء سر پر کھڑی ہو تو ہنسانا کیسے مُمکِن ہے
نصیبوں کی مُہر ہو تو مِٹانا کیسے مُمکن ہے

دریچے بیتی یادوں کے کھلے رکھنے سے کیا حاصل
کہ پھر سے گزرے لمحے لوٹ آنا کیسے مُمکن ہے

بیاں کرنا کسی کی خوبیوں کو جیتے جی بہتر
بچھڑ جاتا ہے جو اس کو سنانا کیسے مُمکن ہے

ہو شامِ زندگی تو صبح نو کی جُستجو کیا ہو
کہ لمحوں کو گزرنے سے بچانا کیسے مُمکن ہے

نہ جو معیار پر اترے پرکھ کر چھوڑ دیں لیکن
کسی کی یاد سے پیچھا چھڑانا کیسے مُمکن ہے

جوگھاؤ حادثاتی ہوں چھپا لیں تو بھی بھرتے ہیں
زباں کے تیر کھا کر مُسکرانا کیسے مُمکن ہے

نسیمؔ زندگی سے لاکھ تم کو بیر ہو لیکن
گلے خود موت کو اپنے لگانا کیسے مُمکن ہے

غزل

بے اثر ہوتی ہیں سوچیں دِل بکھر جانے کے بعد
آئینہ جُڑتا کہاں ہے بال پڑ جانے کے بعد

دو گھڑی کی زندگی میں دوریاں خود کیوں کریں
کون جانے، کون مِلتا ہے بچھڑ جانے کے بعد

کر چُکا ہو جو گُناہوں کا خود اپنے اِعتراف
مُعتبر ہو جاتا ہے، آنسو بکھر جانے کے بعد

بد گُمانی، دھیرے دھیرے چاٹتی رہتی ہے چین
اور سکوں پوشیدہ ہے اُلجھن سنور جانے کے بعد

دیکھ مت تحقیر سے جو انکِساری سے ملا
مَرتبہ، تو خود بخود، بڑھتا ہے، گر جانے کے بعد

تلخیاں، ہوتی ہیں اکثر درد کے، کارن مگر
بس مُروّت جام ہے، لب پر ٹھہر جانے کے بعد

پیار کی بس اِک نظر کر جاتی ہے اپنا اثر
ٹیس اٹھ جاتی ہے اکثر، زخم بھر جانے کے بعد

ہاتھ اپنے کچھ نہیں، محلوں میں ہوں یا کھاٹ پر
ہوتے ہیں مٹّی میں سب، زیر و زَبر جانے کے بعد

فاصلہ ہے زندگی کا موت سے جیسے نسیمؔ
اِک لہر آنے سے پہلے، اِک لہر، جانے کے بعد

گُلوں میں خوشبوؤں کی اب کمی محسوس ہوتی ہے
کسی کی ہر جفا میں، نغمگی محسوس ہوتی ہے

غزل

ہم چُپ تھے اور سوالِ جنوں کا جواب تھے
دُنیا سمجھ رہی تھی کہ، ہم محوِ خواب تھے

مَنزل کا اشارہ ہمیں مِل پایا نہ، ورنہ
ہم لمحہ لمحہ مُنتظر، پا بہ رَکاب تھے

گُمنام زندگی نے ابھرنے دیا نہ سر
تھا رَختِ سفر جب، تو ہم بے نقاب تھے

وارفتگیِ شوق میں بڑھتے رہے قدم
منزل سمجھ رہے تھے، اگرچہ سُراب تھے

انداز اور مِزاج سے گردن رہی تنی
جیسے کہ گئے وقتوں کے اصلی نواب تھے

جِسکو سمجھ سکا نہ، زمانہ، تھے وہ غزل
جِس سے پڑھی گئی تھی کُھلی وہ کِتاب تھے

پھیلے رہے یہ ہاتھ دُعا کو یقیں کیساتھ
کُچھ مانگنے پہ رد ہوئے کچھ، باریاب تھے

تھی خواہشوں میں اپنی دھنک کے ہزار رنگ
آنکھیں کُھلیں نسیمؔ، تو، سَپنا سُراب تھے

اپنوں سے بے رُخی کی توقّع کی حد ہوئی
شِکوہ جو کرنا چاہا تو، اپنی ہی بھَد ہوئی

غزل

یادوں کے وُہ اَنبار بُھلائے نہیں جاتے
چہرے وہ اشکبار بھلائے نہیں جاتے

طوفانِ غم چھٹ جاتا ہے بادل کی طرح سے
دل شیشۂ غبار بھلائے نہیں جاتے

راتوں کی سیاہی سے مانوس ہیں لیکن
جن سے لُٹا قرار بھلائے نہیں جاتے

وارفتگیٔ شوقِ سفر کارواں کے بیچ
پُر پیچ رہگُزار بھلائے نہیں جاتے

سوزِ غمِ حیات نسیمؔ طویل تر
لمحات پُر بَہار بُھلائے نہیں جاتے

غزل

خواہشوں کے گھر سب کے، ایک جیسے ہوتے ہیں
خواب کب، مگر سب کے ایک جیسے ہوتے ہیں

کوئی مَن کے مندر میں چاہے جو سجاتا ہے
کب خیال دو مِل کے ایک جیسے ہوتے ہیں

موسمی ہواؤں کے رُخ بدلتے رہتے ہیں
رنگ کب گُلابوں کے ایک جیسے ہوتے ہیں

ذہن کے دریچوں سے ہو کے جو گزرتے ہیں
گھاؤ کے نِشاں سب کے ایک جیسے ہوتے ہیں

زِندگی دِہائی سے دس دِہائی تک محدود
درمیاں سفر سب کے ایک جیسے ہوتے ہیں

اَن گِنت سوالوں، کے مُستقلِ تجسّس کے
جو جواب مِلتے ہیں، ایک جیسے ہوتے ہیں

ہر کوئی مُقدر سے جیت تو نہیں سکتا
پر نصیب کب سب کے ایک جیسے ہوتے ہیں

موم اور پتّھر کے، کالے دِل کی دیتے ہیں مثال
دِل بظاہر تو نسیمہ، ایک جیسے ہوتے ہیں

غزل

خیالوں کی رَوِش پَر سے گُزرنا، اَب بھی باقی ہے
تمہارا ذِکر تُم بِن کرتے رَہنا، اَب بھی باقی ہے

گُزرتا ہی رہا اِس گردِشِ ایّام کا پہیہ
اِن آنکھوں میں تیری یادوں کا سَپنا، اَب بھی باقی ہے

بَرستی شَبنموں میں، چاندنی کی سُوگواری میں
میرا پہروں کسی کو یاد کرنا، اَب بھی باقی ہے

بَہت گَہری سی سوچوں میں، تُمھارے ہی تَصوّر میں
اَچانک کِھلکھِلا کر تُم پہ ہنسنا، اَب بھی باقی ہے

بہاروں میں وہ سَبزہ زار میں، اِک دوپَہر جا کر
جَہاں ٹہلے تھے ہَم اُس پر ٹہلنا اَب بھی باقی ہے

ہَوا خوری میں اَکثر، تُم سے کُچھ آگے نِکَل جانا
میرا مُڑ، مُڑ کے پیچھے تُم کو تکنا، اَب بھی باقی ہے

یہ سَب کُچھ بُھول کر، کوئی نہیں ہے، اَب یہاں لیکِن
نَسیمہ کا جَھٹکنا، تُم سے لَڑنا، اَب بھی باقی ہے

غزل

وہ ہَم کو ہَمیں سے چُرا کَر گَئے
مُحَبّت کا دَریا لُٹا کَر گَئے

بَصُورت غَزل لِکھ سَکیں حالِ دِل کو
اِسی واسطے دِل دُکھا کَر گَئے

زُباں سے جو قاصِر تھے اِظہار کَرنا
وہ اِلفاظ لِکھ کَر اَدا کَر گَئے

بَھڑکتی رَہی یاد کی لَو مُسَلسَل
تو اَشکوں سے اِن کو سِوا کَر گَئے

وہ خوشبو کے مانُوس تھے بام و دَر بھی
فِضاؤں میں اُن کو بَسا کَر گَئے

لٹا گر تخئیل کے سارے مَحِل کو
اَندھیرے سے دِل کو سَجا گر گئے

بَڑے سیدھے سادے سے اِلفاظ ہیں یہ
مگَر خوں کے آنسُو رُلا گر گئے

تجَربوں سے سیکھا ہے ہَم نے نسیمؔ
کہ دُنیا سے رِشتہ جُدا گر گئے

قطعہ

میری ہتھیلیوں میں گلابوں کے رنگ ہیں
سوچوں میں پلتے خواب ستاروں کے سنگ ہیں
اپنی ہی کائنات کے طرزِ عمل کی خو
کچھ ہم خیال میرے ارادوں سے دنگ ہیں

غزل

تیری یاد سے ہو غافِل، وہ سحر کہاں سے لاؤں
جو قرار دے میرے دِل کو، وہ صبر، کہاں سے لاؤں

میری مُسکراہٹیں سب، تیرے ہی وَجود سے تھیں
میں ہنسوں جو محفلوں میں، وہ جگر، کہاں سے لاؤں

یہ نِگاہیں تو میری ہیں، اسے دیکھتا کوئی اور ہے
تیرے عکس سے ہو خالی، وہ نظر، کہاں سے لاؤں

کیئے ہر جَتن بُھلا دوں، کسی گُفتگو میں تُجھکو۔۔۔
تیرا نام ہی نہ آئے، وہ ذکر، کہاں سے لاؤں

وہ جو باغ ایک پَل میں، جلا بجلیوں کی زَد میں
کہ چمن میں رنگ آئے وہ سحر کہاں سے لاؤں

میں کبھی فرار چاہوں، کہ نکل میں دور جاؤں
تیرا واہمہ بھی نہ ہو، وہ نگر، کہاں سے لاؤں

تیری فُرقتوں میں کیسے، جو گُزارے رات دن ہیں
نظر آسکے نسیمؔہ، وہ اَثر، کہاں سے لاؤں۔۔۔۔!

غزل

کب یہ اپنی خبر میں رہتا ہے
جانے دِل کس نگر میں رہتا ہے

بعض اوقات مرنے والا بھی
زندگی کی سحر میں رہتا ہے

جب سے جاگی مُحبّتیں دل میں
درد کُچھ کُچھ جِگر میں رہتا ہے

اُسکی چاہت کا دل نوا انداز
میرے حرف و ہُنر میں رہتا ہے

پنچھی اونچی اُڑان کرکے بھی
اپنے ہی بال و پر میں رہتا ہے

جِس کو سمجھے تھے بھول بیٹھے ہیں
وہ تو اِس چشمِ تر میں رہتا ہے

زخم جِس نے دیا میرے دل کی
وہ دُعا کے اَثر میں رہتا ہے

فِکر جاناں سے فِکرِ دوراں تک
دل نسیمؔ سفر میں رہتا ہے

غزل

اک شکایت ہے زندگی سے مجھے
کیا ملا ذوقِ آگہی سے مجھے

سوچ رکھے تھے میں نے کتنے کام
کُچھ کِئے کُچھ کی تشنگی ہے مجھے

اور بھی درد دل میں رہتے ہیں
دیکھے آئینہ بے بسی سے مجھے

ہائے وہ اک حسین سی صورت
لے گئی چھین کر مجھی سے مجھے

سارے منظر بدلتے جاتے ہیں
فکرِ انجام ہے ابھی سے مجھے

جب بھی دیکھا پلٹ کے ماضی کو
سب مناظر تھے اجنبی سے مجھے

آنے والی رتوں سے گھبرا کر
خطرۂ جاں ہے زندگی سے مجھے

بات میں سچ کی بس جھلک آئے
یہ تعلّق ہے آگہی سے مجھے

ناؤ جیون کی یوں نسیمؔ ہے
کھینچے جائے ہے بے دلی سے مجھے

مُجھ کو معلوم نہ تھا، تم ہی بچھڑ جاؤ گے
ورنہ کتابِ زندگی میں رنگ بھر دیتی

غزل

آنکھوں کو میں نے موند کر سپنا بُھلا دیا
اور وقت کے تقاضوں کو اپنا بنا دیا

کُچھ فائدہ نہ تھا غمِ ہجراں کو سوچ کر
اِس داستاں کو میں نے فسانہ بنا دیا

قِسمت میں تھی مرے نہ، کبھی نیند کی وادی
قابو میں کر لیا اُسے اپنا بنا دیا

بھٹّی میں جھونک کرکے غموں کے پہاڑ کو
کُجلائے راستوں کو کُندن بنا دیا

اس بے رُخی سے پھیر کر آنکھیں تو چل دیا
جانے کے بعد، اپنا دیوانہ بنا دیا

جن راستوں کو خار نسیمؔ سمجھتی تھی
اُن راستوں کو یاد سے اُس کی سجا دیا

غزل

اُسی کی چاہتوں کی یہ ضیاء ہے، لوگ کہتے ہیں
ہمیں اُس نے حسیں، اِک دل دیا ہے، لوگ کہتے ہیں

ہمیں دُنیا کی رسمُ و ریت سے، کوئی نہیں مطلب
دکھوں میں سب کے دلِ شا مِل رہا ہے لوگ کہتے ہیں

نہیں ہوتا اثر ہم پر، کسی کی جاہ و حشمت کا
گدا کی شان و شوکت ہی جُدا ہے، لوگ کہتے ہیں

چُھپا رکھتے ہیں اپنے غم، زمانے کی نِگاہوں سے
پرائے غم میں، کچھ اپنا مزہ ہے، لوگ کہتے ہیں

توقّع سے زیادہ غیر پر کرتے بھروسا ہیں
یہ زخمِ دل سدا تازہ رہا ہے، لوگ کہتے ہیں

ہمارے دل میں جو ہوتا ہے، کہہ جاتے ہیں وہ اکثر
کہ دل شفّاف ہی اپنا رہا ہے، لوگ کہتے ہیں

ہے دل اپنا، کہ شبنم میں نہائے پھول کی مانند
زباں کی تلخیوں نے غم سہا ہے، لوگ کہتے ہیں

نسیمؔ اپنے ہاتھوں موردِ اِلزام کیوں کر ہو
زمانے ہی کی سننے میں بھلا ہے، لوگ کہتے ہیں

کہا ہے سچ، کسی نے شاعری، دل سے نکلتی ہے
ہو زخموں میں اگر شِدّت، تو کاغذ پر مچلتی ہے

دل ایسی شے ہے اس سے کُچھ چُھپایا جا نہیں سکتا
کہ جیسے عکس، آئینے کی سچّائی اُگلتی ہے

غزل

کِسی کی آرزوئے زِندگی گر جام ہو جائے
تو منزل کی طلب یکسر، خیال و خام ہو جا ئے

نہ ہو گر جُستجُوئے صُبح کی اُمّید کی خواہش
ہے کُچھ ایسے کہ، دِن ڈھلنے سے پہلے شام ہو جائے

ہو جذبوں میں وہ گہرائی کہ دل کی کیفیت کا عِلم
چھُپانا چاہیں ہم اُن سے، اُنہیں اِلہام ہو جائے

یہی ہے آرزو اپنی اَنا قائم رہے ہر دم
خَموشی لَب پہ رہ جائے، نظر پیغام ہو جائے

عَجب سا خوف رہتا ہے عَمل میں ہو نہ کوتاہی
کہ جو بویا تھا، اپنے واسطے، انجام ہو جائے

تُمھاری چاہ میں تخُلے کی صورت ماں تمہیں کیا دوں
کروں جو نیکیاں وہ سب تمھارے نام ہو جائے

نہیں ہے خواہشوں میں اپنی اب، کوئی دھنک کے رنگ
تمنّا کیوں کریں ایسی، کہ جو ناکام، ہو جائے

نسیمہ، آنسوؤں کی قدر، اُن کو روکنے میں ہے
بہایا گر اُنہیں، ایسا نہ ہو، بے دام ہو جائے

چُھپا کر خواہشوں کو، اپنے دل میں کر لِیا محفوظ
کہ اب اِن پر کسی کو اِختِیارِ حق نہیں دینا

غزل

دل پہ تازہ سی چوٹ کھائی ہے
لب پہ پھر بھی ہنسی سجائی ہے

زخم کیسے دکھاتے غیروں کو
راز کی بات تھی، چھپائی ہے

چُپ ہوں دل میں دکھوں کے حشر لئے
لب کُھلیں گے تو جگ ہنسائی ہے

اُس کی آنکھوں میں غیر کا سایہ
کیسے کہہ دوں کہ بے وفائی ہے

غم میں چھوڑا تھا ساتھیوں نے جب
وہ گھڑی ہم نے آزمائی ہے

رنگ بولیں گے دھڑکنیں بن کر
ایسی تصویر اک بنائی ہے

اب بکھرنے کا غم نہیں ہم کو
ہر نفس زندگی لُٹائی ہے

لوٹ جائیں گے ان کی دُنیا میں
حشر اک جشنِ رونمائی ہے

کچھ تو ہو گا نسیمؔ بھید اسمیں
لکھ کے تحریر جو مٹائی ہے

غزل

رَفتہ رَفتہ بَدَلتی جا رہی ہوں
وقت کے ساتھ ڈھلتی جا رہی ہوں

وہ تنقیدیں میرے بچّوں کی مُجھ پر
بجُز حیرت، بھی سُنتی جا رہی ہوں

نہ جانے وقت کب کروٹ بدل لے
اِسی ڈر سے دَہلتی جا رہی ہوں

بہت جلد آئینگی گھڑیاں اَمن کی
یہی سُن کر بہلتی جا رہی ہوں

کہیں تو آئیگی میری بھی منزل
بِلا سوچے میں بڑھتی جا رہی ہوں

کسی کا دستِ شفقت ہے مرے سر
جو گرِ گرِ گر سَنبھلتی جا رہی ہوں

وہ ڈرتا ہے اندھیرے سے نسیمہؔ
میں مِثلِ شمّع جلتی جا رہی ہوں

غزل

بہلتا جا رہا ہے دل مگر آہستہ آہستہ
گُزرتا جا رہا ہے یہ سفر آہستہ آہستہ

مُحبّت کا کبھی جو ایک بے پایاں فسانہ تھا
ہوا جاتا ہے اب، وہ مُختصر آہستہ آہستہ

پِروئے تھے حسیں یادوں کے موتی جو کبھی ہم نے
سِمٹتی جا رہی ہے، وہ ڈگر آہستہ آہستہ

وہ تہذیب و تمدّن جو ہماری شان تھے اِک دن
ہوئی جاتی ہے اب تو بے اثر آہستہ آہستہ

عَجب ہے خاصیَت یہ بھی کہ جسِ سے دُکھ اُٹھاتے ہیں
وہی اب کر رہے ہیں، دل میں گھر، آہستہ آہستہ

یہ کیوں اکبارگی موسم نے اَپنے رُخ بدل ڈالے
رُتیں تو آتی جاتی ہیں مگر، آہستہ آہستہ

نسیمؔ زندگی کا لمحہ، لمحہ بوجھ کی صُورت
مُسلّط ہو رہا ہے ذہن پر آہستہ، آہستہ

غزل

چلو ہم ہر پُرانی رنجشوں سے باز آتے ہیں
چلو ہم اپنے اپنے ظرف کو پھر آزماتے ہیں

مگر جاتی رُتوں پر بھی ذرا گہری نظر رکھنا
جو اسکی واپسی کے مُنتَظِر ہیں، ہار جاتے ہیں

دیے مایوس آنکھوں میں امیدوں کے جلاؤ تو
چمکتے چاند اور تارے تو ہر دل کو لُبھاتے ہیں

جو رنجش ساعتوں میں زندگی کی پال لیتے ہیں
ندامت سے وہ پھر تنہا کہیں آنسو بہاتے ہیں

کسی کی خامیوں کے ساتھ اس سے دوستی کر لو، کہ
جو بے عَیب ہوں اُن سے تو سَب رشتے نبھاتے ہیں

کہیں ایسا نہ ہو کہ سوچتے میں دن گزر جائیں
کہ لمحے جب گزر جاتے ہیں اکثر یاد آتے ہیں

پرکھنا ہو محبت کا نسیمؔ گر تمہیں معیار
تو جلتے ہیں جو اسکی یاد میں، وہ جاں سے جاتے ہیں

غزل

ہم کو جِس نے سوچا ہو گا
دِل اُس کا بھی ٹُوٹا ہو گا

جھّلاہٹ بھی آتی ہو گی
صبر کا دامن، چھُوٹا ہو گا

یادوں کی شدّت کے چَمن میں
خار بھی، اِک گُل بوٹا ہو گا

دلکش سپنوں میں آ آ کر
یاد نے نیند کو لُوٹا ہو گا

عجز سے دامن کو پھیلا کر
اپنے آپ ہی روتا ہو گا

بَہہ نِکلیں گے آنسو اُس کے
وعدہ جَب بھی جھُوٹا ہو گا

ہوک سی دِل میں اُٹھتی ہو گی
پتّہ جب کوئی ٹُوٹا ہو گا

یاد اُبھر آئے گی جَب بھی
کوئی کِھلونا، ٹُوٹا ہو گا

بھُول گیا وہ دِل سے نسیمؔ
یہ اِقرار بھی، جھُوٹا ہو گا

غزل

یوں زندگی کی راہ میں پایا کبھی، کبھی
نَقشِ قَدم پہ اُس کے، چلایا کبھی، کبھی

دُنیا کی مَحفِلوں کی، رَنگینیوں سَمیت
تنہائیوں کا خول، چَڑھایا، کبھی، کبھی

جو کر سکے اَثر، نہ کسی دل دماغ پَر
بے داد خوبیوں کو، گنوایا، کبھی، کبھی

کُچھ یوں بھی زِندگی کے، نَشیب و فراز تھے
کُچھ جان کے بھی، خود کو، گِرایا، کبھی، کبھی

اوروں کے لئے جان کی بازی، لگا گئے
اپنے لئے، پتّھر، نہ ہٹایا، کبھی، کبھی

جو خوابِ حسیں، اپنی دَسترس سے دور تھے
اُن کو، تصوّرات میں، پایا، کبھی، کبھی

دِل کے نگر میں، فَن کا ایک، جِمّ غفیر تھا
آنکھوں کی سیپیوں میں، سَجایا، کبھی، کبھی

ہوتے نہیں ہیں، لعل و گُہر، سب کا مُقدّر
کہتے ہوئے، اس دل کو، مَنایا، کبھی، کبھی

ہے وقت کی آندھی سے نسیمؔ کا واسطہ
اِس خوف نے، سوتے سے، جَگایا، کبھی، کبھی

غزل

اُٹھو کہ وَقتِ سَفر آ گیا ہمارا بھی
چلو کہ جانبِ مَنزِل ہوا اِشارہ بھی

ہوئی ہے شام گھروں سے رَواں ہوئے پنچھی
سُکوتِ شب میں تو ہوتا نہیں گُزارا بھی

فَلک نے تانی ہے جَب سے اُداسیوں کی رِدا
کہیں سے درد کی لہروں نے سَر اُبھارا بھی

یہ سوچتے تھے سَہارا بنیں کسی کے لئے
بھنور میں آن گھِرا اَپنا تو کنارہ بھی

کوئی تو نام کرو کُچھ تو چھوڑ کَر جاؤ
کہیں کسی کو جَہاں نے کِیا گوارہ بھی!

حریف سے بھی نسیمؔ گرو خُلوص کی بات
کسی کے لَب پہ کہیں ذکر ہو تُمھارا بھی

غزل

کِس قدَر حاوی ہیں مُجھ پَر، یاد کی پَرچھائیاں
ذہن و دِل پَر حکمراں ہیں، یاد کی پَرچھائیاں

جو گُزر جاتی ہیں یادیں، دِل پہ گَر جاتی ہیں نَقش
بے تحاشا، بیکَراں ہیں، یاد کی پَرچھائیاں

مُجھ کو تنہائی میں پا کردوست بَن جاتی ہیں یہ
جیسے میری ہی زُباں ہیں یاد کی پَرچھائیاں

اِن سے چُھٹکارے کا کوئی بھی مُیّسر حل نہیں
میری سوچوں میں نِہاں ہیں، یاد کی پرَچھائیاں

مُجھ کو مُجھ سے چھین لے جاتی ہیں ماضی کی طَرف
میرا دِل ہیں، جِسم و جاں ہیں، یاد کی پرچھائیاں

اچھی ہوں یا کہ بُری ہوں سَب میں آتا ہے سُرور
جیسے کہ، رَنگِ حِنا ہیں، یاد کی پَرچھائیاں

پچھلے بَرسوں میں نسیمؔ ہر دِسمبر کی طرح
ہر گھڑی ہر دَم جَواں ہیں، یاد کی پَرچھائیاں

اَپنے پیکَر کو میں خود ہی بُھلا بَیٹھی ہوں
کیا یہ میں تھی۔۔! کہ فَقَط گُزرا تھا سایہ میرا۔۔۔!

غزل

اپنے محور میں گھِر گئی ہوں میں
دائرے میں جکڑ گئی ہوں میں

تیز جھونکوں کی تاب نہ لا کر
ریزہ ریزہ بکھر گئی ہوں میں

لمحہ لمحہ سمیٹنے پر بھی
اِس جہاں سے مُکر گئی ہوں میں

دیکھ کر آئینے میں تیرا عکس
جانے کیونکر سنور گئی ہوں میں

دُور ماضی کی دُھند میں جیسے
نُکتہ بن کر ٹھہر گئی ہوں میں

سَچ زُباں تک ہی رہ گیا مَحدُود
بات کہنے سے ڈر گئی ہوں میں

تھا نسیمؔ کے لَب پہ جانے کیوں
ذِکر تیرا جِدھر گئی ہوں میں

ہَزاروں غَم ہیں سینے میں، مگر میں مُسکُراتی ہوں
چُھپانے کیلئے آنسُو، میں اَکثَر گُنگُناتی ہوں

مُجھے دُنیا کی ہَمدردی کے پیچھے، اُوپری رَسمیں
نہیں بھاتیں، تو اُن سے رابطہ میں توڑ جاتی ہوں

غزل

دِل کی ہلچل صوُرَتِ تحریر لا پائینگے کیا!
رُخ بدَلنے پر وَہی تصویر لا پائینگے کیا!

سُو چتے ہَم رہ گئے اور نامہ اُن کا آ گیا
تھامے بَرسوں سے قلَم ہَم تھے، بَتا پائینگے کیا!

اَپنی چاہَت کا وہ گَر بیٹھے ہیں اِظہارِ خیال
ہَم دَلیلیں یاد کَرنے کی جَتا پائینگے کیا

لِکھنے کو ہَم نے قَصیدے جانے کیا، کیا لِکھ دِیئے
لِکھ کے جو کُچھ پھاڑ بیٹھے ہیں، دِکھا پائینگے کیا!

پَڑ گئے جو چُبھتے چُبھتے اُنگلیوں کی پور میں
کِرچیوں کے زخم دُنیا سے چُھپا پائینگے کیا!

کیا گریں ہم تو نسیمؔ عادتاً مجبور ہیں
دِل کی باتیں مُہرِ لب، لا گر سُنا پائینگے کیا

تَلاشِ خوب میں حد سے گُزر جانے سے کیا حا صِل
زَمیں آخِر زَمیں ہے یہ کبھی جنّت نہیں ہو گی

پَرِندوں کے پَروں کو نوچ کَر بھی دیکھ لو اُن کے
اِرادے اور نِگاہیں آسماں پَر ہی، جَمی ہو گی

غزل

کُچھ میری خامیاں بتا، انجام سے پہلے
یا کوئی خو بیاں بتا، انجام سے پہلے

گھٹتا ہے روز، ایک شب و روز سے میرے
کب مُجھ کو ملے گا صلہ، انجام سے پہلے

ہے ذوق میرا مُنفرِد لیکِن، کبھی تو کہ
مُجھ پرَ تُجھے بھی فَخر تھا، انجام سے پہلے

تعریف کیلئے فَقط دو لَفظ ہی صحیح
شیرے میں گھول کر بُلا، انجام سے پہلے

فُرصت ملے تو زِندگی میں آ کے کبھی تو
تَحریر میری بھی سُنا، انجام سے پہلے

دِل جیتنا ہو تو، کسی کے دُکھ کو بانٹ کر
چاہَت کے خزانے لُٹا، اَنجام سے پہلے

بَن جائے حو صلے کا سَبَب، ایسی کُچھ باتیں
کہہ کر کسی کا دل بڑھا، انجام سے پہلے

کُچھ اَچّھے شاعِروں کی، فِہرست کے دَرمیاں
ہو نام میرا بھی لکھا، انجام سے پہلے

کیوں سب کو شِکایت ہے نسیمؔ، یہ سوچ کر
دل کو نہ یوں اپنے جَلا، انجام سے پہلے

شاعری سُن کر ہماری یوں لگا
بزم میں کوئی نہ تھا اپنے سِوا

پُراثر کِتنی تھی اَپنی شاعِری
اِس خَموشی سے یہ اَندازہ ہوُا

غزل

دوریوں کا زہر تھا، پیتے گئے
یہ سِتم سہہ کر بھی ہم جیتے گئے

ساعتیں عشرَت کی، غم کی تلخیاں
کُچھ گھٹاتے کُچھ جمع، کرتے گئے

وقت اور حالات کی مَجبوریاں
نذرِ حالِ زندگی کرتے گئے

دیکھ کر شمس و قَمر کا حُسن ہم
رات دِن تیری ثناء کرتے گئے

جو ہماری دَسترَس سے دُور تھے
رَفتہ رفتہ خواب میں سَجتے گئے

اِک ہدایت کا دِیا روشن رہا
جِس طَرف اَپنے قدم بَڑھتے گئے

اَجنبیت ہی رہی جِن کا شَعور
دان اُن پر زندگی کرتے گئے

وہ نَظر اَنداز کرتا تھا خطا
ہم خطائیں عادتاً کرتے گئے

جب نسیمؔہ پر کرم ہوتا رہا۔۔۔
وہ نرم ہم ہٹ دَھرم ہوتے گئے

غزل

ہم کو اَپنے دوستوں سے غَم مِلا ہے
پِھر بھی اُس کی رَحمتوں سے کَم مِلا ہے

عَیب کو ڈُھونڈا کیے خُود مِیں مگَر
اِردِ گرد اَپنے ہی پیچ وخَم مِلا ہے

ہَنس رَہی تھی میں بھی سَب کے ساتھ پِھر
چِہرہ کِیونکَر آنسوؤں سے نَم مِلا ہے

بَانٹتے تھے دِل کے ٹُکڑے اَور ہَم سے
جانے کِیوں جو بھی مِلا، بَرہَم مِلا ہے

اَپنی جانِب سے تو کَرتے تھے بَھلا
پَر جَواباً دَرد کا سَنگَم مِلا ہے

جَب بھی سوچُوں کے شَہر میں جا لیے
فِکرِ دَوراں ہَر قَدَم ہَر دَم مِلا ہے

سَب بَظاہِر دِیکھنے میں تھے مگَن
جَھانک کَر دِیکھا تو سَب میں غَم مِلا ہے

ظُلم کی حَد سَہنے وَالوں سے ڈَرو
اُن کو اِستِقلال کا پَرچَم مِلا ہے

چَاہتوں کے رُوپ تو دِیکھے بَہُت
اَپنا دِل لیکِن کِسی سے کَم مِلا ہے

وَقت کا حاصِل نسیمؔہ کِیا مِلا۔۔؟
سُوچ مِیں زِیادَہ عَمَل میں کَم مِلا ہے

غزل

بِکھرے ہوئے ہیں زرد بَہاروں کے دَرمیاں
تنہا ہو جیسے کوئی ہَزاروں کے دَرمیاں

مَنزِل کا گُماں ہونے لگا تو یہ فاصلے
ہوتے رہے طویل سُرابوں کے دَرمیاں

ہَر بار اَٹل فیصلوں کی زَد میں وہ رَہا
جیسے کوئی دیوار، مُرادُوں کے دَرمیاں

جوش و خَروش رہ گیا اَپنی حُدود میں
ٹکراتی رہی مَوج کناروں کے دَرمیاں

اِس وَقت کے پہیئے کا سِرا ہی نہیں مِلتا
کِتنی ہے مُشکِلات، اِرادوں کے دَرمیاں

گِرتی ہوئی دیوار میں بَرسوں کے چُھپے راز
پا نہ سَکا کوئی بھی دَراڑوں کے دَرمیاں

جُھکتے رَہے مُشکِل میں اور، پِھر بُھولتے گئے
جَب جَب نوازشیں تھیں بَہاروں کے دَرمیاں

جَب بھی نسیمؔ وَقتِ تپِش آ پَڑا اُس دَم
ہوتی رہی بَرسات شراروں کے دَرمیاں

غزل

زِندگی مُختصر مُختَصر ہو گئی
رات میں لِپٹی لِپٹی سحر ہو گئی

اِک جَمودِ مُسلسل کی تھی بے کلی
شاعِری کیلئے پُر اَثر ہو گئی

خواہِشوں کے تھپیڑوں سے یہ زِندگی
ہر سُکوں سے کَہیں مُنتَشِر ہو گئی

اوس میں بھیگے پتّوں کی نَرماہَٹیں
تیز کِرنوں کی پہلی نظر ہو گئی

بات جب تک تھی مَحدُود، سِمٹی رَہی
جَب بَڑھی بَڑھتے بَڑھتے شَرر ہو گئی

دِل پہ کُچھ وار ایسے نُمایاں ہوئے
لاکھ پَردوں میں سَب کو خبر ہو گئی

ڈُوب کَر اُس کی وحدانیت جَب مِلی
شَک و شُبہات سے بالاتَر ہو گئی

جِن پہ چَلتے تھے اِٹھلا کے شام و سَحَر
اَب وہی رہ گُزر پُرخَطر ہو گئی

بھاگتے دوڑتے وقت تھاما کِیے
پَر اَٹل تھی اَجل جَلوہ گَر ہو گئی

تھا عُبورِ جُنوں فَن پہ اَپنے کَبھی
وَقت بے رَحم کی سب نَظر ہو گئی

زِندگی یوں نسیمؔ بَسر ہو گئی
دَرمیاں شب کے جیسے سِحَر ہو گئی

غزل

ہَم کہ اِصرارِ مُحبّت کَر کے رُسوا ہو گئے
اُن سے اِقرارِ مُحبّت کَر کے رُسوا ہو گئے

گو زَمانے سے اُلَجھ کَر ہارے ہیں اَکثر مگَر
پِھر بھی اِقرارِ مُحبّت، کَر کے رُسوا ہو گئے

خوبیاں کیسے وہ لاتے اُن کو آ جاتا یَقیں
ضِد میں تکرارِ مُحبّت، کَر کے رُسوا ہو گئے

جِن کی خاطِر ہَم سَرِ بازار رُسوا ہو گئے
دِل تھا لاچارِ مُحبّت، کَر کے رُسوا ہو گئے

جس نے توڑا تھا ہَمارا دِل اُسی کی چاہ میں
دِل ہے سَرشارِ مُحبّت، کَر کے رُسوا ہو گئے

ہے نَدامَت کیوں کِیا، اِظہارِ اُلفَت، جَب اُنہیں
تھی نہ دَرکارِ مُحبّت، گَر کے رُسوا ہو گئے

اَب نہ کُھولیں گے نسیمؔ حالِ دِل اُن پَر کبھی
ہے یہ اِنکارِ مُحبّت، گَر کے رُسوا ہو گئے

غزل

ہوائیں تیز چلتی ہیں تو گھبراتا ہے دِل میرا
کوئی پتّہ کھڑکتا ہے تو گھبراتا ہے، دِل میرا

مُجھے پرَدیس کے رَنگین موسم دِل میں چُبھتے ہیں
وَطن جب یاد آتا ہے، تو گھبراتا ہے، دِل میرا

یہ آنکھیں جب بَرستی ہیں، سَمندر کو چُھپاتی ہیں
کوئی آنسو بَہاتا ہے، تو گھبَراتا ہے دِل میرا

بہت سے لوگوں میں رہنے کا عادی ہو گیا تھا یہ
جو تنہائی کو پاتا ہے، تو گھبراتا ہے دِل میرا

لِکھوں گی داستانِ دل، اِرادہ جب بھی کرتی ہوں
سُخن جب لب پہ آتا ہے، تو گھبراتا ہے دِل میرا

خلُوصِ دِل کے بدلے میں اگر کوئی نسیمؔ پر
غلط اِلزام رکھتا ہے، تو گھبراتا ہے دِل

غزل

تیرے وعدے میں سَچائی جو ہوتی
تو میرے دِل کی پسَپائی نہ ہوتی

اگر خوابوں، کی دُنیا ہی میں رہتے
حقیقت سے، شناسائی نہ ہوتی

وہ راتیں ہجر کی تُجھ بِن جو گُزریں
عُمر بَھر کی سَزا پائی نہ ہوتی

دُعائیں مانگ لیتی گر، جو دِل سے
تو دُکھ کی، یہ گھڑی آئی نہ ہوتی

چَمن میں گر گُزر، تیرا نہ ہوتا
گُلوں میں کوئی، زیبائی نہ ہوتی

تحمّل کا سَبق، سیکھا تھا ہم نے
وَگرنہ یوں شکیبائی نہ ہوتی

نہ ہوتی گر نسیمؔ کو عقیدت
تو تحریروں میں، سچّائی نہ ہوتی

غزل

وَقت کے اِہتمام بدستور ہوئے
ہَم بھی شامِل وہاں ضرور ہوئے

جہاں تیوَر تھے اُن کے بَدلے ہوئے
وَہاں زخموں سے، دِل بھی چُور ہوئے

بے تکّلف نہ ہم کسی سے ہوئے
اِس میں بَدنام، بے قُصور ہوئے

خوبیاں دیکھ کر ہماری وہ
اِک بہانے سے ہم سے دور ہوئے

چاپلوسی نہ کی یہی ہم سے
کُچھ گُناہ مُختَصر، ضرور ہوئے

دوست بَن کر، اُدھیڑا عَیبوں کو
تب سے آنکھوں کا ہم، فُطور ہوئے

جِن کو سمجھے تھے، عُمر بھر اَپنا
گڑے وقتوں میں ہم سے دور ہوئے

وَقت کے کورے کورے کاغذ پر
آڑھی تِرچھی سی، کُچھ سُطور ہوئے

کِتنے گوہر چُھپے نسیمؔ تھے
بعد مَرنے کے سب، ظہور ہوئے

غزل

اُس کی چاہت کی چُبھَن کرکے اَثَر جائے گی
خوفِ اُلفت ہے نِگاہوں میں اُتر جائے گی

نِسبَتیں، یونہی، کِسی سے نَہیں جُڑ جاتی ہیں
دَرد اُٹّھے گا، تو ہَر لَہر اُدَھر جائے گی

اَپنی دِیوانگی پَر ہو نہیں سَکتا قابُو
رات آئے گی، تو پِھر نیند کِدَھر آئے گی

تُم مُحبّت کے بَھرَم تک سے ہوئے ناواقِف
سَرد مُہری ہی، تُمھاری مُجھے، مَروائے گی

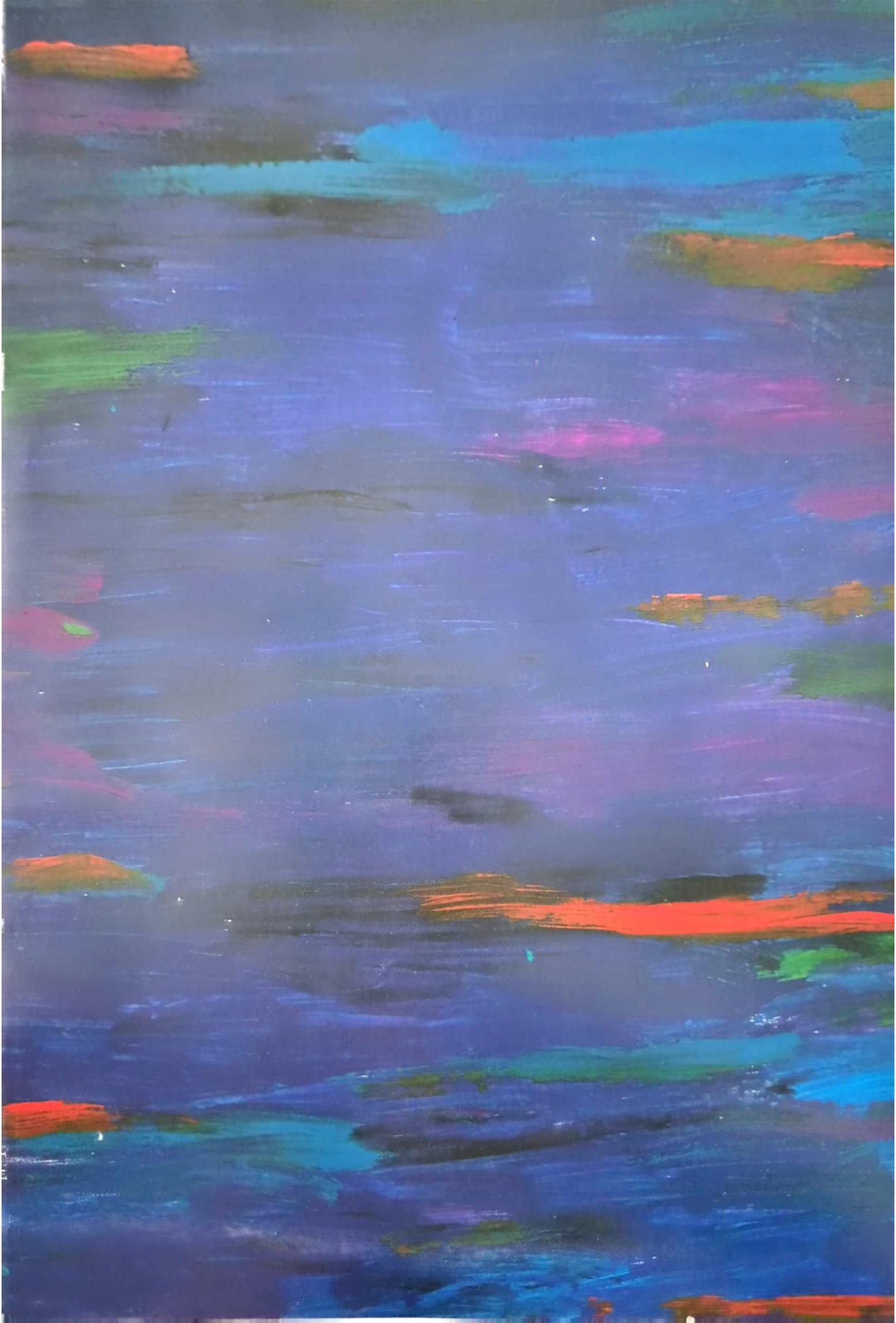
زِندگی آس کے پَنچھی کے سِوا، کُچھ بھی نَہیں
پَل کو بَہلے گی، گَبھی، پَل میں ٹھَہر جائے گی

عافِیت اِس میں کہ، خاموش پگھلتا جائے
دِل جَلے گا تو، زَمانے کو، خبَر جائے گی

یہی دَستُور ہے دُنیا کا حَقیقَت سے گُریز
آنکھ دیکھے گی مگَر لَب پہ مُہَر جائے گی

جَب زَمانے کے فَریبوں سے ہُوا ہے سَودا
اِس کا خَمیازہ نسیمؔ ہی تو بَھر پائے گی

متفرقات



جانے کیوں

جانے کیوں جَب کِتابِ ہستی کو
اِتّفاقاً میں کھول لیتی ہوں

لَب پہ کُھل کر ہنسی کے آتے ہی
اَشک آنکھوں میں گھول لیتی ہوں

ہر خوشی دیرپا نہیں ہوتی
حالِ دل سے میں حول لیتی ہوں

دل کے شیشے میں بال نہ آئے
لفظ شیرے میں رول لیتی ہوں

بے تَحاشا خوشی میں، رَنجش کا
کوئی دَروازہ کھول لیتی ہوں

ہو گا ہر خواب پایۂ تکمیل
بابِ اُمید کھول لیتی ہوں

وہ جو بیگانگی سے ملتے ہیں
ظرف اُنکا ٹٹول لیتی ہوں

دُکھ میں سُکھ میں شریک لوگوں کو
نمبروں سے میں تول لیتی ہوں

ہے نسیمہؔ خلوص کی عادت
سَب کے اِلزام مول لیتی ہوں

کیلنڈر

اُنسیت سی ہو گئی اِس ماہ و شب و سال سے
کسطرح اُترے کیلنڈر، اِس درودیوار سے

کُچھ سُنہرے خوابوں کی تکمیل اس میں قید ہے
کُچھ خیالوں کی نفی جھانکے، درودیوار سے

مُسکراہٹ زیرِ لب، اور کُچھ ہنسی بھرپور سی
دھیمے دھیمے گونج اُٹھتی ہے درودیوار سے

جال پھیلا ہے زمانہ اسمیں ہے سِمٹا ہوا
درد کی رگ رگ اُبھرتی ہے، درودیوار سے

روشنی کی جھلمِلاہٹ بزم کی رنگینیاں
حُسن رہ رہ کر اُبھرتا ہے درودیوار سے

پھر دسمبر ہو رہا ہے رفتہ رفتہ جاں بلب
جل اُٹھے ہیں یاد کے دیپک درودیوار سے

اُٹھنے والے ہاتھ کی جُنبش کیلنڈر کی طرف
روک لیتا ہے کوئی جذبہ درودیوار سے

ہو کے رُخصت بھی نسیمؔ، اس جہاں میں قید ہے
وہ کیلنڈر جس کا رِشتہ ہے درودیوار سے۔۔۔۔۔

جال

میری آنکھوں میں یادوں کا اِک جال ہے
اور بیٹھی ہوئی ہوں، میں اِس جال میں

جال آنکھوں میں ہے، جال چاروں طرف
اور ہوں میں گھِری جال کے جال میں

جال چھایا ہوا ہے، ذہن پر مرے
اور جالوں میں، یادوں کا، جنجال ہے

وقت کے ساتھ، بڑھتا ہی جاتا ہے یہ
اس کی کوئی نہ حد نہ، سِرا ہاتھ میں

دِل کے اندر بھی پھیلاؤ ہے جال کا
اور تناؤ میں ہر رنگ، ہے پیار کا

جال میں صورتیں، اپنے پیاروں کی ہیں
صورتوں میں چھپی داستانیں بھی ہیں

جال کی قدر ہے اَپنی جاں سے سِوا
اِس میں شامِل کسی کی کوئی یاد ہے

جو بھی چہرہ شناسا بچھڑ جاتا ہے
ہوتا جاتا ہے شامِل، اِسی جال میں

درد کا جال ہے، سوچ کا جال ہے
اُف کہ، یہ زِندگی ایک جنجال ہے

وقت کا ہر قدم، ہر پہر، جال میں
رات دن یاد میں صورتیں، جال میں

جال میں گھِر کے، ہر شے لگے جال میں
ذہن و دِل جال میں اور بدن، جال میں

اِن سے پیچھا بھی کوئی چھڑا نہ سکے
اور گھر کے بھی، لذّت مِلے جال میں

زندگی کا ہے پھیلاؤ اِس جال میں
ہے نسیمؔ، یہ سارا۔۔جہاں جال میں۔۔۔

فِضائیں نہیں مِلتیں

شَبنم کی ٹھنڈَکوں میں بھی، شُعلوں کی تپِش ہے
گُلشَن میں بھی، پہلی سی فِضائیں نہیں مِلتیں

آوارہ تھپیڑوں سے بھی آتی ہیں صَدائیں
اِس دَور کے اِنساں میں، وَفائیں نہیں مِلتیں

دُنیا کی بے ثَباتی کا کِس سے کَریں گِلہ؟
زخمی ہے جِسم، اور قَبائیں، نہیں مِلتیں

ٹوٹا ہے جابَجا دِل، سَجاتے ہیں پیرہَن
اِس جُھوٹ سے خود اُن کی، نِگاہیں، نہیں مِلتیں

یادوں کے بَھنوَر میں ہوئے غَلطاں، کُچھ اِسطرح
آ کے گُزَر جاتی ہیں، بَہاریں، نہیں مِلتیں

ذِہنوں پہ چھا گیا ہے اَغیار کا نشہ
ہے دِیس اَپنا، اَپنی زُبانیں نہیں مِلتیں

آنکھوں میں دَرد، لَب پہ سَجاتے ہیں ہنسی کو
اِس کُھوکھلی دُنیا کی، مِثالیں، نہیں مِلتیں

ناپَید ہوئے، رِشتوں کے اِحساس، نسیمؔ
جَذبات سے خالی ہیں، دُعائیں، نہیں مِلتیں۔۔۔۔!

کیا ہے ؟

زندگی ایک خواب ہے کیا ہے۔۔!
کوئی سَپنا سَراب ہے کیا ہے۔۔۔!

ایک طاقت ہے زُعم، ہے یا پھر۔۔۔
خودنمائی کا باب ہے کیا ہے

سنگ ریزوں کے درمیاں اک سنگ
ایک گہرا حجاب ہے کیا ہے!

رتجگوں میں کہی اداس غزل۔۔؟
دل کا یہ پیچ و تاب ہے ۔۔کیا ہے!

اک تجلّی ہے نور کی یا پھر
یہ اندھیرا عذاب ہے کیا ہے۔۔!

کسی بنجر زمیں پہ صحرا کی
کوئی کھلتا گلاب ہے --کیا ہے!

راہ کی ٹھوکروں کا اک پتّھر
آپ اپنا جواب ہے کیا ہے!

کیوں نسیمؔ نہیں ٹھہرتا دل
شدّت اِضطراب ہے --کیا ہے---؟

دِسَمبر کی یاد میں

پھر دِسَمبر جا رہا ہے دیکھ لو
دِل کو پھر بَہلا رہا ہے دیکھ لو

میں نے اُس کو روکنا چاہا بہت
پھر بھی بھاگا جا رہا ہے دیکھ لو

جانتی ہوں وَقت کی مَجبوریاں۔۔۔
کَب یہ روکے سے رُکا ہے دیکھ لو۔۔

اُس دِسَمبر کی بَرف باری کا حُسن
یادوں کو مَہکا رہا ہے دیکھ لو

بیتے لَمحوں کی رَفاقَت کے وہ پَل
آج بھی گِنوا رَہا ہے، دیکھ لو

وہ تو صدیاں بھی گُزر جانے کے بعد
فاصلے سَرکا رَہا ہے دیکھ لو

ہر خوشی اور غم میں، اَپنی یاد کو
وہ جَواں کَرتا رَہا ہے دیکھ لو

جا کے بھی دِل سے نہیں ہوتا جُدا
چاہتوں کا ماجرا ہے، دیکھ لو!

دُور رہ کَر بھی یہاں پر ہر کوئی
تیرے ہی گُن گا رہا ہے دیکھ لو!!

یوں اَچانک آ کے میرے پہلو میں
دِل میرا دَھڑکا رہا ہے دیکھ لو

لے گَئے تُم چھین کَر خوشیاں، یہاں
کُچھ نَہیں باقی رَہا ہے دیکھ لو۔۔۔

ہر ستم سہہ کر نسیمہ کہہ گئی
زندگی بے آسرا ہے، دیکھ لو۔۔۔!

نظم

ساوَن کی ہوں گھٹائیں
خوش رنگ ہوں فِضائیں
سَبزوں سے ڈھکی وادی
خوشیوں کو دے صدائیں

پگڈنڈیوں سے آتی
کُچھ نقرئی آوازیں
پائل کی چھَن چھَناہٹ
نَغمہ بِکھیر جائیں

کوئی دور پَربَتوں میں
اِک مَدھ بھری سی دُھن سے
بَنسی پہ ہونٹ رکھے
دِل کو گُداز کر دے

ایسے میں دو پریمی
مَدہوش ہو رہے ہوں
پہروں یہ سوچتے ہوں
الفاظ ڈُھونڈتے ہوں

اِقرار کیوں نہ کر لیں
یہ راز فاش کر دیں
موسَم کی یہ رِدائیں
مہکی ہوئی فِضائیں

اِن کو گواہ کر لیں
اِظہارِ حال کر لیں
یہ حُسن یہ نظارے
یہ چاند اور سِتارے

ہیں ساتھ ساتھ جب سے
ہم آپ کے ہیں تب سے۔۔۔

نظم

یہ جو کُچھ ہو رہا ہے اِس جَہاں میں
کبھی آیا نہ تھا عَقل و گُماں میں

لگانے آگ دُشمَن کے بَہانے
گُھسے آئے ہَمارے ہی مَکاں میں

یہی ہے رَنگَتِ گِرگٹ کی خوبی
نہیں ہے پائیداری کُچھ زُباں میں

جو بِینا ہو کے بھی نہ دِیکھ پائیں
فَرق کوئی، کُہر میں اور دُھواں میں

بُجھانے آگ اَپنے پیٹ کی جو
لگائیں آگ آ کر، گُلِستاں میں

کہ جِنکی عقل کی تخریب کاری
سُلگتی ہے زَمین و آسماں میں

دَھماکوں سے ہوں جِنکی آنکھیں خیرہ
اُنہیں لذّت مِلے کیا، کہکشاں میں۔۔

عَمَل کا لُٹ گیا، سَرمایہ سارا
کوئی آئے گا کیا، خالی دُکاں میں

زمیں سے چُنتے رہتے ہیں جو ٹکڑے
وہ پُھولوں کی شَکَل میں، جِسم وجاں کے

یہ کیسا بیج بویا گُلسِتاں میں۔۔
کوئی پُوچھے تو جا کر باغباں سے

بَظاہِر دوستی تُجھ سے نِبھاؤں
مَگر ہوں دُشمَنی کی رازداں مَیں

میں اَپنے دِل کی باتیں لاؤں لَب تک
نہیں طاقَت میرے طَرزِ بَیاں میں

گروں کیسے میں اِظہارِ مُحبّت
سُناؤں کِس کو اَپنی داستاں میں

وَطن پر گر بھی دُوں چاہے نچھاور
نسیمؔ جاں کی کیا قیمَت جَہاں میں۔۔

نظم

دِل تو ہے دُھواں، دُھواں
بَزم کو سَجائیں، کِیا۔۔۔!

مَحفِلیں عُروج پر
اَشک مُسکُرائیں کیا۔۔!

سامنے رَقیب ہے
دوست سے نِبھائیں کیا۔۔!

حروف مُنجَمِد ہوئے
لِکھی ہے داستاں تو کیا۔۔۔!

دِل کی بات مُہرِ لب،
آ کے رُک گئی تو کیا۔۔۔

مَناظرِ دَرندگی'۔۔۔۔۔۔۔

ہُوا ہے سامنے تو کیا۔۔۔!

تو اِک نگاہ کر ذرا
سِتم کو آ سَمیٹ جا۔۔

ہیں بھیڑیے چہار سُو
اَب تو ہار مان جا۔۔

پلَٹ کے رُخ تِری طرف
کہیں جو ہو گیا تو کیا۔۔۔

نابینا شہر تھا تِرا
لُٹیرا، لُوٹ کر گیا

نسیمؔ آنکھ سے تِری
لَہو اَگر بَہا، تو کیا۔۔۔؟

جُھوٹ تھا

جو گُزر رہا ہے، وہ سَچ ہے سب
جو گُزر چُکا ہے وہ جھُوٹ تھا

سَرِ راہ غم جو ہیں، سَچ ہیں سب
جو سُہانا دوَر تھا، وہ جھوٹ تھا

کبھی ساتھ تھا، کوئی ہم نَشیں
وہ تھی اِک حقیقت، کہ جھُوٹ تھا؟

وہ جو ہوک اُٹھتی ہے زور سے
ہے یہ ہوک اُسی کی، جو جھُوٹ تھا

جو تھے جیتے جاگتے سے سچّے دور
وہ حسین لَمحوں کا جھُوٹ تھا

اُنہیں لَمحوں لَمحوں کو جوڑ کر
ہے چھُپایا دِل میں، جو جھُوٹ تھا

یہ جو زِندگی کی کِتاب ہے
وہ ورق کتاب کا جھُوٹ تھا

جو بِکھر چُکے ہیں فِضا میں رنگ
یہ ہیں رَنگ اُسی کے، جو جھوٹ تھا۔۔!

یہ جو زخم ہیں، ہرے ہیں ابھی
اِنہیں وقت بھرے گا، یہ جھُوٹ تھا۔۔

یہ جو زخم ہیں، بڑھتے جائیں گے
جو کہا کِسی نے تھا، جھُوٹ تھا۔۔

یہ جو روز و شب سے گُزر گیا
وہی روز گُزرا، جو جھُوٹ تھا

وہ شبیہ جو آنکھ میں رہتی ہے
وہ خیال تھا، فَقط جھُوٹ تھا

وہ جو کرّ و فر تھا، گُزر گیا
اُسے یاد نہ کر، وہ تو جھُوٹ تھا۔۔

یہ بسی ہوئی ہیں جو خوشبوئیں
اُسی کے وَجود کا جھُوٹ تھا

وہ تو زِندگی کا سَراب تھا
یہ حقیقتیں ہیں، وہ جھُوٹ تھا

وہ چراغ جو جَل کے بُجھ گئے
ہے دَلیل اِسکی، جو جھُوٹ تھا

میرے پیرہن میں سمایا ہے
وہ خیال سارا، جو جھُوٹ تھا

ہے یقیں نسیمؔ ۔۔کہیں گے سب۔۔
اسی سچ کو، ہے جو۔۔کہ۔۔جھوٹ تھا۔۔۔۔۔۔

بچھڑے خواب۔۔

مُجھے نیند تب سے نہیں آ رہی ہے
خُوشی زِندگی سے کہیں جا رہی ہے

وہ گھڑیاں، وہ لمحے، سُکوں چھینتے ہیں
درختوں کے پتّے، تنے پُوچھتے ہیں

جہاں زِندگی کی، ہر اِک شاخ ٹہنی
فِضاؤں میں اَپنا، مکیں ڈُھونڈتے ہیں

جہاں پر ستاروں کی رَوشن قطارِیں
نئی صُورتوں میں، ہمیں کھوجتے ہیں

وہ چِہرے شناسا، وہ رَونق بھرے دِن
کہاں کھو گئے ہیں، کہاں بَس چکے ہیں

جَہاں عِشقِ پیچاں کے پُھولوں سے ہم نے
جَمع کر کے اَپنے دوپٹّے، رَنگے تھے

وَہی بھینی بھینی سی خُوشبو کی لَہریں
میرے دِل کے اَکثر زخم، کھولتے ہیں

وَہیں پَر درختوں کی موٹی جَڑوں میں
گئی مِٹتے نام و نِشاں ڈُھونڈتے ہیں

جَہاں رات کی رانی سے دِن کا راجہ
اِشاروں اِشاروں میں، کُچھ پوچھتے ہیں

وہ چَمپا چَنبیلی، وہ بیلے کی کَلیاں
چَٹکتی ہیں، اور رات دِن پُھولتے ہیں

صُبح اور سویرے وہ میٹھے سے نغمے
جو کانوں میں اَمرِت کا رس گھولتے تھے

بڑی رات تک آسمانوں کے نیچے
پروتی رہی مخملی گھاس کو جو

وہ شبنم برستی رہی سوچ میں گم
جہاں پھول اپنی قبا کھولتے ہیں

اچانک ذہن جاگ اٹھا ہو جیسے
وہ بیدار خوابوں سے پھر ہو گئی ہو

انہیں بھول جاؤ، انہیں بھول جاؤ
پرانے زمانے کہاں لوٹتے ہیں

مکیں اور مکاں غیر کے ہو گئے ہیں
انہیں فکرِ فردا کہیں لے گئے ہے

اب اجڑے دیاروں میں گھر کو بسانے
نسیمہ کے دن رات پر تولتے ہیں۔۔۔۔

مختصر ہو رہی ہے کائنات

مُختصر ہو رہی ہے کائنات
دِن کے ڈھلنے پہ جان لی ہم نے

زندگی کی فَریب کی چادَر
خُود فَریبی میں، تان لی ہم نے

کِسی پَل کی خبر نہیں لیکِن
بات برسوں کی مان لی ہم نے

اُن سا پھِر بھی جہاں میں نہ پایا
خاک پَلکوں سے چھان لی ہم نے

غم سے ہونے لگے جو بے قابو
در پہ تیرے اَمان لی ہم نے

اِس جہاں کے مفاد کی خاطِر
سَر جھکیں گے، نہ ٹھان لی ہم نے

اُن کی ہمدردیوں کو ٹھکرا کر
اَپنی دِیرینہ شان لی ہم نے

وہ تو برسوں سے ہم سے نالاں تھے
بات نِکلی تو، جان لی ہم نے

وقت روکے نہ رُک سَکا آخر
لاکھ اُونچی اُڑان لی ہم نے

لَب پہ لا نہ سکے نسیمؔ جو
چَشم دل کی ہی مان لی ہم نے

مُسافَت میں نے طے کر لی

مُسافَت میں نے طے کر لی
ہزاروں سال پہلے کی
جونہی تھاما، قلم میں نے
دریچہ یوں کھلا جیسے
کہ، بچپن لوٹ آیا ہو۔۔۔
کِسی نے گُدگُدایا ہو۔۔۔
بہت سے قہقہوں کے بیچ
وَہی چِہرہ نُمایاں ہو
تھا اندازِ تحکّم یوں
کہ اَپنی ہی رِعایا ہو

ہوا کے سنگ چلتی تھی
میں تِتلی کو پکڑتی تھی

ہر اِک پگڈنڈیوں کے بیچ
میں اِٹھلا کے یوں چلتی تھی

کہ اَپنی ہی لگَن میں، اَپنی دھُن میں
موج کرتی تھی
کسی کے دیکھنے کی، روکنے کی، ٹوکنے کی
کوئی بھی پَرواہ نہ تھی مُجھ کو
بڑی آزاد تھی، بے فِکر تھی
کچھ نک چڑھی بھی تھی
میں چھوٹی تھی، سبھی سے
خود کو پر، بہتر سمجھتی تھی

بَڑوں سے جیت کی خاطر
میں کُچھ بھی کر گُزرتی تھی
اَندھا دُھند بھاگ کر اپنی
فِراکوں میں، اُلجھتی تھی
مگر یہ کیا۔۔۔۔!

لگا مُجھ کو۔۔۔۔

کہ اِک بارُعب ہستی ہوں

کِسی کُرسی پہ بیٹھی ہوں

وہ تتلی کو پکڑنے

ایک لڑکی گِر گئی جیسے

فِکر اَعصاب پر میرے

اَچانک، چھا گئی جیسے

سُکوں کو کھا گئی جیسے۔۔۔۔!

یہ فِکروں کا زمانہ ہے

سکوں کو بھول جانا ہے

ذرا سی آنکھ جھپکی تھی

مُسافت میں نے طے کر لی۔۔۔۔۔۔

میری بہناں

میری بہناں، کہاں ہو تُم
کبھی تو، شکل دِکھلا دو
تُمھارے بِن ادھوری ہوں
مُجھے تھوڑا سا، بہلا دو
تُمھارے ساتھ کی اٹھکیلیاں
مُجھکو ستاتی ہیں
کبھی ساون برستا ہے
وہ جو بیلا مَہکتا ہے
تو گجرے گوندھتے تھے ہم
فِضائیں گیت گاتی تھیں
وہ بارِش میں بھری گاڑی میں
جب فرّاٹے بھرتی تھیں
وہ اونچی اونچی دُھن میں
مِل کے جب مَلہار گاتی تھیں

ہمارے سُر میں شیرینی کی دُھن تھی
ہمارے گیت کے سَنگ سَنگ چِڑیاں چہچہاتی تھیں
تُمھارے ساتھ رہ کر یوں مُجھے مَحسوس ہوتا تھا
کہ اپنی دوستی سے یہ گھٹائیں رشک کھاتی تھیں
تُمھارے باغ کے سب پُھول
کِھل کَر مہک اُٹھے ہیں
وہاں کَلیاں چٹکتی ہیں
وہاں، خوشیاں، مہکتی ہیں
مگر پھِر بھی تُمھارے بِن
وہ گھر ویران، لگتا ہے
وہاں جھرنے کے بہتے شور میں
سَنّاٹا پلتا ہے
تُمھاری یاد میں بے ساختہ
دَر بول اُٹھتا ہے
ہَوا کی عِطر بیزی میں
وہ آنچل بھی مَچلتا ہے
وہاں جا کر ہر اِک چپّہ

مُجھے یادوں میں ڈستا ہے
تُمھارے گھر میں خود کو
اَجنبی مَحسوس کَرتی ہوں
مِری بہناں کہاں ہوتُم
کَبھی تو شکل دِکھلا دو
تُمھارے بِن اَدھوری ہوں
مُجھے تھوڑا سا بہلا دو۔۔۔۔۔۔

نظم

میں نے تھامی تھی وقت کی ڈوری ۔۔۔!
کیا خبر تھی کہ یہ خطا ہو گی!

واہمہ تک نہ تھا کبھی مجھ کو
پل جھپکنے کی یہ سزا ہو گی۔۔؟

ڈور مضبوط تھی جو ہاتھوں کی
عِلم کیا تھا، کے مُنقطع ہو گی

اِک ذرا چُوکنے پہ یہ جُرّأت
دے کے دھوکہ کبھی فنا ہو گی

زعُم تھا جِس گِرفت پر مُجھ کو
ڈھیل دینے کی اِک ادا ہو گی

زندگی جس کے پیچھے بھاگے تھے
کیا خبر تھی کے بے وفا ہو گی

اپنی یادوں کا زخم چھوڑ گئے
اِس سے بڑھ کر بھی کیا جفا ہو گی۔۔۔؟

کیفیت جو بھی ہے نسیمؔ آج
اپنے ماضی کی کُچھ سزا ہو گی۔۔۔۔!

اِک وَقت کی۔۔۔

اِک وَقت کی داستانوں میں
کُچھ اَیسے لَمحے آئینگے

جِس وَقت ہَمارا ہو گا ذِکر
بے نام و نِشاں ہو جائینگے

کِسی ڈھیر میں کاغذ کا ٹُکڑا
کُچھ جانی پَہچانی تَحریر

بَرسوں کے پُوشیدہ آنسُو
آنکھوں سے رَواں ہو جائینگے

پِھر لاکھ چُھپانے پَر بھی جب
جَذبات جو بَھڑکے تھے نہ کبھی

لَغزِش سے زُباں کی یوں ہو گا
باتوں سے عَیاں ہو جائینگے

بے نام سی کُچھ یادوں کی گسگ
اِک عُمر گنوا ڈالی اَب تگ

کِیا مَقصد تھا اِس جیوَن کا
جیسے ہی ہوش میں آئینگے

پانے کی ہَوِس میں خوابوں کے
اَنبار اَٹے رَہ جائینگے

تَب وَقت پَرِندوں کی مانِند
اَپنے ہاتھوں اُڑ جائینگے

حیرَت سے نَسیمہؔ دیکھے گی
جَب راز اَفشاں ہو جائینگے۔۔۔۔!

اُڑاں مُجھ کو مِلی

اُڑاں مُجھ کو مِلی تو مَوسمُوں کا وقت بَدلا تھا
یہ شُہرَت چاند کی صُورَت اُبھَر جاتی، جو تُو ہوتا

تُجھے کیا عِلم تھا مِٹّی میں کُچھ اَنمُول مُوتی تھے
میری مِحنَت کا سِہرا، تیرے سَر ہوتا، جو، تُو ہوتا

اَدُھورے تھے، بہت سے خوابِ حسرت ہو گئے پُورے
خُوشی میں اِک اَضافہ، اور ہو جاتا جو، تُو ہوتا

کَہانی کو تِیرے پرَتَو سے میں نے تول کر دیکھا
گَتھِن تھی زِندگی، آسان ہو جاتی جو، تُو ہوتا

کَہاں میں اور کَہاں، یہ نام شہرت اور یہ عِزّت
تیری ہی مِحنَتوں کا پھل تھا، خوش ہوتا جو، تُو ہوتا

گُزر کر خار زاروں سے جو ہم، مَحفوظ، آ نِکلے
خِزاں بھی پُھول بَن کَر مُسکُرا جاتی جو، تُو ہوتا

غُبارِ درد سہتے سہتے مَوسَم ہو گیا دُھندلا
گھٹا بَن کر نسیمؔ پرَبَرس جاتے جو، تُو ہوتا۔۔۔۔

جب تلک آس تھی۔۔۔!

جب تلک آس تھی، سانس تھی، بات تھی
تب کہاں تھا، یہ اِحساس ہو گا کبھی

جانے والے گئے، روک ہم نہ سکے
اب وہ کوتاہیاں، یاد کر کے بھی کیا

گیت بوتے رہے، لمحۂ زیست کی لے پہ
ہر آنے والی رُتوں کی گھڑی

پَر وہ ساوَن میں پہلے سے موتی نہیں
اور گھٹاؤں سے ہَم کو سَروکار کیا۔۔!

کِس کو پہچان ہو گی، کوئی سَر پھرا
روز آکر گُزر جاتا ہے، بے نِشاں

ساحِلوں پَر سَمندر کے چلتے ہوئے
رہ بھی جائیں، کسی کے اَگر نَقشِ پا۔۔!

گُزرے وَقتوں کی مانِند کُھرچتی رہیں
یاد کی برچھیاں، گھاؤ کرتی رَہیں

ہو گئے اِتنے مانوس زخموں سے ہم
اِس لئے کوئی کَرتے نہیں اَب دوا

آخری بَس تمّنا یہی رہ گئی
چھین لیتا وہ ماضی کی یَلغار کو

چین سے حال اَپنا گُزر جاتا پر
ہو دُعاؤں میں نہ، باریابی تو کیا۔۔!

زِندگی کی کَشش میں مُلوّث رہے
اور اِلزام بھی بے دِلی کا ہے یہ

جیتے ہیں، گو نسیمؔ گوارا نہیں
موت کو، کون کہتا ہے خود مَرحبا۔۔۔!

گہانی لِکھوں۔۔۔!

مُجھ سے کہتے ہیں لوگ، کوئی گہانی لِکھوں
مِثل ہو جیسے کہ موجوں کی رَوانی لِکھوں

گون سمجھائے گہانی نہیں اِتنی آساں
بِکھری ہستی کو سمیٹوں، تو گہانی لِکھوں

ذِہن بُوسیدہ اَفکار کو تابِع کر کے
کوئی عُنوان تلاشُوں، تو گہانی لِکھوں

غَرق گہرائیِ ماضی میں ڈُوبنے والا
چشمۂ فِکر سے اُبھرے، تو گہانی لِکھوں

بَعد مُدّت کے اَفاقہ ہُوا ہے زَخموں میں
پِھر نئی چُوٹ جو کھائے، تو گہانی لِکھوں

لِکھنے آؤں تو پھر روکے نہ ٹوکے کوئی
ہَر حقیقَت کو اُگل دوں، تو کہانی لِکھوں

زَخم دِکھلاؤں زَمانے کو، جو اَپنوں نے دِیئے
کوئی اُنگلی نہ اُٹھائے، تو کہانی لِکھوں

ایک زَمیں چاہیئے ہَموار مُجھے لِکھنے کو
اور رَنگوں سے اُبَلتا ہُوا، کوئی چَشمہ ہو

ہُو کا عالَم ہو کُچھ ایسا، کہ سانسیں میری
خَوف مُجھ کو جو دِلائیں، تو کہانی لِکھوں

نَظَر ڈالُوں تو ہَواؤں کے سِوا کُچھ نہ ہو
مَحورِ ذات میں ڈوبُوں، تو کہانی لِکھوں

رِیت دِیکھوں تو تحلیل ہو جاؤں اِس میں
آسماں دِیکھوں تو خاموش بَلائیں لے لوں

ہو کہانی میں اَثر اَیسا کہ پڑھ کر اُس کو
مَدھ بھری دُھن کوئی گائے، تو کہانی لِکھوں

چار سُو نظریں میری ہو کے پشیماں لَوٹیں
کر کے خُود کو میں فَراموش، کہانی لِکھوں

وَجد میں آنے لگُوں تو یہ اِشارہ سمجھُوں
بھلا ذرّہ کو یہ توقِیر، کہانی لِکھوں

اِیک ذرّہ میں تلاشُوں، جو نسیمؔ خُود کو
خاک دِکھلا دے حقِیقت، تو کہانی لِکھوں!

پردیسن

کیوں مہندی سے تم اَپنی
تقدیر میں رنگ کو بھرتی ہو

کیا تُم کو یقیں ہے رَچنے پر
مہندی سے لکیریں دُھو لو گی۔۔!

چھَم چھَم کرتی برساتوں میں
جب ہوک اُٹھے گی میکے کی

گپڑوں کو اُٹھانے آنگن میں
آنسو سے چہرہ دھو لو گی

جب کوئی ٹیس کلیجے میں
سکھیوں کی یاد دِلائے گی

تب کھول کے کھڑکی کے پٹ کو
اِک درد کا نغمہ گھولو گی

جب سنّاٹے میں پردیسن
گھر کی چوکھٹ پر بیٹھو گی

تب وحشت سے بچنے کیلئے
تُم دیواروں سے بولو گی

جب دور کہیں شہنائی کی
تُم کو کوئی گونج سُنائی دے

تب سوچ کے اِک پردیسن کو
میکے کی یاد میں رو لو گی

کبھی تنہائی میں یادوں کی
جب ہُوک ستائے گی تُم کو

تَب دور نِکل کر ماضی میں
کُچھ دیر کو سَب کُچھ بُھولو گی

اور آہٹ پا کر جَب کوئی
ایسے میں اَچانک آئے گا

تب پیار نِگاہوں میں پا کر
سب بوجھ دُکھوں کا ڈھو لو گی

پھیکے رَنگ۔۔۔!

پَلَٹ کَر دِیکھا جو میں نے
بَہُت کُچھ چُھوڑا ہے میں نے

یہ تَصوِیریں اَدُھوری ہیں
یہ اَفسانے اَدُھورے ہیں

بَہُت کُچھ کَرنا تھا مُجھ کو
بَہت کُچھ بَننا تھا مُجھ کو

میرے سَنگیت ٹُوٹے ہیں
وُہ سارے گیت چُھوٹے ہیں

میں بَننا چاہتی تھی کیا
زمانے نے دِیا ہے کِیا

اِنہیں پھر سے سمیٹوں گی
مُکمّل اِن کو کر دُونگی

کہاں ہیں رنگ سب میرے
بُرش سب ہیں کہاں میرے

میں پھر سے رنگ بھر دُونگی
اِنہیں پُورا میں کر دُونگی

مگر یہ کیا۔۔میری آنکھیں
اُلجھنے کیوں لگی ہیں یہ۔۔؟

نہیں لگتا ذرا بھی دِل
یہ ہو جاتا ہے کیوں بد دِل

سکُوں پاتا نہیں ہے یہ
کوئی دِیتا نہیں رنگ یہ

بُرش بیکار لگتے ہیں
یہ رَنگ بیکار لگتے ہیں

یہ سارے بُرش ٹُوٹے ہیں
یہ سارے رَنگ جُھوٹے ہیں

یہ وِیراں کینوِس میرا
اَدُھورا کینوِس میرا

تَخیّل میں بَہُت کُچھ تھا
حَقِیقَت میں یہ وِیراں تھا

میں رَنگوں کو مِلانے میں
سُکُوں مَحسُوس کَرتی تھی

بِکھرتے جا رَہے ہیں یہ
نَہیں مِلتے یہ رَنگ مُجھ سے

نہ جانے کیوں ہُوا اَیسے
یہ بَدظَن ہو گئے جَیسے

نَہیں میں گر سَکی کُچھ بھی
سَوال آنکھوں میں ہے پھِر بھی

نسیمؔہ۔۔! یہ بَدلے رَنگ ہیں یا پھِر۔۔۔
میرے ہاتھوں کی لَرزِش تھی۔۔۔۔؟؟

نظم

تصوّرات کے پَر ہو چلے ہیں بوسیدہ
بِکھَر گئی ہیں، ہواؤں میں ساری تخلیقیں

مُقامِ دِل پہ ٹھہرتی ہیں، پَل جَھپکنے کو
وہ ہر لکیر میں بَنتی بِگڑتی، تصویریں

کہیں پہ رَنگ، کہیں سوزِ دِل، کہیں پَر ساز
مُرتّب ہو نہ سکیں، ہار گئیں تدبیریں

یہ کون جانتا ہے، سیپ کے مُقدّر کو
نہیں ہے لعل و گُہر، ہر کسی کی تقدیریں

لپکنا چاہا، سِتاروں کو بارہا لیکن
نِگوڑی، روکتی ہیں، پاؤں کی یہ زنجیریں

تخیّلات کے سب رنگ، ہو گئے گڈ مڈ
نسیمؔ رہ گئیں، بس کاغذوں پہ تحریریں۔!

بیٹے کیلئے دُعا

دُعا ہے خواب جو دیکھو
تمہیں ارمان جو کُچھ ہو
تمنّائیں جہاں مچلیں
کوئی دیرینہ خواہش ہو
ادھوری آرزو گر ہو
وہ خُوشبو کی طرح سے تُم کو لے، لے اپنے ہالے میں
تمنّاؤں کی چوکھٹ خود تُمھارے سامنے آئے
تُمھارے ہر قدم پر کامیابی کامرانی ہو
تُمھارے باغ میں خوشبو، مہک ہو پیار کی ہر سو
تُمھارے گھر کے ہر در سے فلک سے کہکشاں اُترے
تُمہاری رات جگنو کی طرح چمکیلی روشن ہو
تُمھارا نام جو بھی لے۔۔۔
تُمھیں کوئی کہیں سوچے۔۔۔
تو اچّھے نام سے سوچے۔۔۔

کسی اُمید سے سوچے۔۔۔

تُمھاری ذات ہو ہر ایک کی اُمّید کا باعِث

تُمھاری وسعتوں سے فیض پہنچے ہر ضرورت کو

تُمھاری خاک ساری وضعداری ہر زباں پر ہو

تُمھارے نام کی چاہت

مُحبّت دل میں گھر کر لے

تُمھاری زندگی،

کِردار جو ہو

بے مِثالی ہو

تُمھارے پاس کوئی غم کی پرچھائیں نہ آپائے

دریچوں سے اُمنگوں کی

نئی خوشبو سدا آئے

فِضا میں مُسکراہٹ ہو

نہ کوئی بھی رُکاوٹ ہو

کبھی کوئی تھکاوٹ ہو

تو تُم مایُوس نہ ہونا

وہیں پر سرنِگوں ہونا

جہاں تقدیر بنتی ہے
جہاں قسمت بدلتی ہے
اُسی در پر جبیں رکھ کر، پریشانی بتا دینا
مگر مایوس مت ہونا
کبھی!
مایوس مت ہونا۔۔۔۔

والد کیلئے

میرے خُدا مُجھے تو وہی اِختیار دے
رحمت کی نظر مُجھ پہ میرے بار بار دے

جیسے مُجھے چاہا تھا، میرے والدین نے
مُجھ کو بھی نیکیاں، وہی تُھوڑی اُدھار دے

میں یاد رکُھوں، اپنے بڑھاپے کو ہر گھڑی
میرے عمل سے، میرا بھی جیون سنوار دے

یہ ہاتھ تھام کر ہی سنبھلتے تھے ہم، کبھی
اِن ہاتھوں کی عظمت کو دلوں میں اُتار دے

جیسے کبھی کرتے تھے ہزاروں، سوال ہم
دیتے رہیں جواب وہ، صبر و قرار دے

قُربانیوں کا زندگی بھر کے عِوض کبھی
چند ساعتیں خوشیوں کیلئے، ان پہ وار دے

دیکھوں جو پیار سے اُنہیں پاؤں میں نیکیاں
اِس مُفت کی نِعمت سے مُجھے بھی، نواز دے

یہ وقت اگر ہم پہ بھی آ جائے نسیمؔ
اپنے کئے کی دیکھے سزائیں نہ مار دے۔۔۔۔

والد کیلئے ان کی علالت پر

آج میں جس حال میں ہوں، یہ تو میرا کل نہ تھا
بے زُباں ہوں، بے سبب ہوں، ایسا تو گھائل نہ تھا

حُکم میرا، زور میرا، زُعم میرا۔۔کیا ہوا۔۔۔۔۔!
جُھک رہا ہوں بوجھ سے میں جس قدر، بوجھل نہ تھا

زندگی کا ہر قدم، تکمیل کی جانِب رہا۔۔۔۔۔۔
جیسا اب دستِ نگر ہوں۔۔۔ایسا تو اک پل نہ تھا

کام تھا کوئی نہ مُشکل۔۔۔میرے آگے سب تھے ہیچ
آنسوؤں سے ہو گیا ہوں جس قدر، جل تھل نہ تھا

سُن رہا ہوں سب کی میں آواز، لیکن کیا کروں
ڈوبتا جاتا ہوں جیسے، کھائی کی دلدل نہ تھا

قطرہ قطرہ ڈھیر کی صورت سمٹتا جاتا ہوں
بُجھ رہا ہوں اس طرح، جیسے کبھی مَشعل، نہ تھا۔۔

دیکھ جاتے ہیں سبھی سوتا سمجھ کر پُرسکوں
شور تو اندر بَپا ہے، ظاہراً بیگل نہ تھا

اے خدا بس تو ہی کر دے، جینے کا کُچھ آسرا
آ سکوں نہ کام جو میں، ایسا تو آنچل نہ تھا

تھا مُجھے اپنی دُعاؤں پر کبھی کِتنا یقیں۔۔۔
اب میں اپنی ہی دُعاؤں کا کوئی حاصل نہ تھا۔۔۔ا

اِک تلاطم ہے بپا سینے میں، لب خاموش ہیں
ریت کی صورَت ہوں اَب، جَیسے کبھی سا حِل نہ تھا

ماں

تیری مُحبّت کی پاکیزگی، جیسے سیپ میں بند موتی
تیری چھاؤں کی ٹھنڈک کا سرور۔۔۔
جیسے ہوائیں شام کے وقت بیلے اور موتیوں کے جُھنڈ میں سے گُزر کر
سانس کے ذریعے
ذہن وروح وبدن کو مُعطّر اور سرشار کر دے۔۔۔۔
تیرے قُرب کی گرمی جیسے برفیلی چوٹیوں پر سورج کی پہلی کرن
ماں۔۔۔ تیری نظروں کا طِلسم۔۔۔ کہ جسمیں ڈوب کر
سارا غم دُھل جائے۔۔۔ ماں۔۔۔ تیری آواز میں وہ جادو
کہ سُنتے ہی اندر کا بچپنا مچل جائے۔۔
اور عُمر اور وقت کا لحاظ کئے بغیر ناز نخرے اُٹھوانے کی
خواہشیں انگڑائیاں لینے لگیں۔۔۔
تیری نَصیحتوں اور ڈانٹ ڈپٹ میں چُھپے پیار کے ہلکورے اور تھپکیوں کی
تاپ محسوس کرے۔۔۔۔!

تو کہاں ہے ماں۔۔۔۔مُجھے کُچھ نہیں۔۔

بس تیرا دیدار چاہیئے۔۔۔۔

ایکبار۔۔صِرف ایک بار۔۔۔تیرے قدموں کو آنکھوں سے لگانے کا

ارمان پورا کرلوں۔۔۔

تجھے پیار بھری نظروں سے دیکھ کر نیکی کمالوں۔۔۔۔

تیری ڈانٹ کو، خاموشی سے سہہ لوں۔۔۔۔

تیری باتیں سُنوں۔۔۔۔۔

تیرے پاس بیٹھوں۔۔۔تجھ سے باتیں کروں۔۔۔تجھے وقت

دوں۔۔۔۔۔وقت۔۔۔۔!میرا وقت۔۔۔۔۔!جو کبھی تیرے

لئے۔۔تھا ہی نہیں۔۔

تو نے اپنی خوشی۔۔اپنی جوانی۔۔۔اپنا آرام۔۔۔اپنی

نیند۔۔اپنی خواہشات۔۔۔

اپنا ایک ایک لمحہ۔۔قُربان کر کے ہمیں اس مُقام پر پہنچا دیا۔۔۔جہاں

ہمیں تیری محتاجی باقی نہ رہے۔۔۔۔اور ہم۔۔۔!آج۔۔تجھے دینے

کیلئے۔۔ہمارے پاس

دو گھڑی بھی نہیں۔۔۔۔۔!

ماں۔۔۔۔تو! جسے دو گھڑی کیلئے بھی ہم نہ چھوڑتے تھے، تجھے چین کا
اِک پل بھی۔۔۔

اک سانس بھی لینے نہیں دیتے تھے۔۔۔
تیری ہر گھڑی کے پہرے دار تھے تجھے اتنا وقت
بھی نہ دیتے تھے کہ تو اپنی نیند پوری کر سکے۔۔۔۔تیرے کھانے کے
پہرے دار۔۔
تیری آزادی کے پہرے دار۔۔۔۔۔تیرے آرام کے پہرے دار
۔۔۔اور۔۔۔
اب۔۔۔۔تجھے صرف۔۔۔ہماری صورتیں دیکھنے کا انتظار رہتا ہے۔۔
دو گھڑی بات کرنے کو ترستی ہے کتنی باتیں تیرے سینے میں جنم لیتی رہتی
ہیں۔۔۔اور جب۔۔۔
تجھ سے مُلاقات ہوتی ہے تو ایک چھلاوے کی صورت میں۔۔
ساری باتیں۔۔۔
دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔۔۔اور آنے والے دن کیلئے ٹل جاتی
ہیں۔۔۔۔۔
وقت۔۔۔۔!وقت کہاں آتا ہے بھلا۔۔۔۔وہ تو گُزر جاتا ہے
۔۔۔۔۔۔۔

اب تجھے کہاں پاؤں ماں۔۔۔۔۔کیسے وہ سب حاصل
کرلوں۔۔۔۔جو تیری موجودگی میں نہ کر پائی۔۔۔۔۔

مجھے تیری ضرورت ہے ماں۔۔۔۔آج۔۔۔۔آج۔۔۔میں اُسی
دوراہے پر کھڑی ہوں۔۔۔
آج مجھے تیری آنکھوں کی تڑپ،۔۔تیرا انتظار۔۔۔۔تیری بیقراری
سے ہماری طرف ایک آس لگائے دیکھتے رہنا۔۔۔
۔۔۔۔کہ کب ہم تیرے پاس دو گھڑی چین سے بیٹھ کر باتیں
کریں۔۔۔۔

کُچھ تیری سنیں۔۔۔۔کُچھ۔۔۔اپنی کہیں۔۔وہی۔۔۔بالکل
وہی۔۔اِحساس۔۔
وہی سب کچھ۔۔۔مُجھے تمھاری یاد،اور تمھارے۔۔۔
احساسات۔۔یاد۔۔دلا گیا ہے۔۔۔۔
آج تم بہت یاد آرہی ہو۔۔۔۔کاش!۔۔۔۔کاش میں نے۔۔تمھارا
درد جان لیا ہوتا۔۔۔
آج شِدّت سے وہ درد۔۔۔۔۔تمھارا درد۔۔۔جاگ اُٹھا
ہے۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔

مجھے معاف کر دو ماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے معاف کر دو۔!

ماں۔۔۔۔!

تُمھاری گود میں چُھپ کر زمانے سے رِہائی تھی
دُعا کے، پھیلے بُوڑھے ہاتھوں میں، دُنیا سَمائی تھی
نہیں تھا یہ مُجھے اِحساس، کہ تُم کِتنی بُوڑھی تھیں
سَمجھ کر ماں تُمھیں خود کو یونہی بچّہ، سمجھتی تھی

مُجھے معلوم تھا میرا فَرض ہے کیا، تُمھارا کیا
نِبھایا تُم نے سارا فَرض، اور میں نے۔ نِبھایا کیا۔۔!
کہاں اِحساس تھا مُجھ کو کہ تُم بیمار بھی ہونگی
کَبھی سوچا ہے تُم نے، میں تُمھارے بِن بھی رہ لونگی۔۔۔!
ابھی میں نے بَنایا ہی کہاں ہے اَپنی جنّت کو
ابھی کِتنے ہی کرنے ہیں، تُمھارے حق ادا مُجھ کو۔۔۔
ابھی تو لینے ہیں بوسے جَہاں رکّھو گی قَدموں کو۔۔۔۔
تُمھاری ناز بَرداری اُٹھانی ہے اَبھی مُجھ کو۔۔۔۔
ذرا ٹھہرو نہیں جانا۔ ابھی ہَرگز نہ تُم جانا
نہیں جانا میری جاناں، ابھی ہَرگز نہ تُم جانا۔۔۔۔۔



وہ میرے لیے پھول ہے، خوشبو ہے، فضا ہے
ساون کی مہک ہے، وہ دھنک ہے، وہ گھٹا ہے
اُس کے مزاج کا، کوئی ثانی نہیں ..... ملتا ہے
سایہ ہے، شجر ہے، میری منزل ہے، وفا ہے
میری خوشی سے لب پہ اُس کے یوں خوشی پھوٹے
جھرنوں میں، آبشاروں میں، جیسے وہ ہنسا ہے
اُس کے لیے رکتی ہوں میں، اَلجھوں تمھاری نے
سانسوں میں، دل جگر میں، نگاہوں میں سجا ہے

رکھتا ہے دل میں درد کا، رشتہ ہر ایک سے
شبنم ہے، صداقت ہے، میری بادِ صبا ہے
ایسا بھی خوش نصیب ہو، کوئی میری طرح
کیونکہ وہ منفرد ہے، زمانے سے جدا ہے
دنیا کی نظر سے رہے، محفوظ، ہمیشہ
رہتی ہے دعا، لب پہ سدا، دل کی صدا ہے

میں کیوں نہ کہوں آج، کہ وہ کون ہے میرا
لختِ جگر ہے! .... ہاں، وہ بیٹے کی ادا ہے

بارشوں کی حسین رِم جھم میں
تیری پایل کا خیال آتا ہے

کوئی جب قہقہہ لگاتا ہے
مجھکو وہ شخص، یاد آتا ہے

زندگی اِک سراب ہے، لیکن...
جانے دل کیوں، یہ بھول جاتا ہے

ہجر کی کالی کالی راتوں میں
شاعری کا خیال آتا ہے.....!

نسیم نسرین علی